مواعظ اختر نمبر ۶۷

پاکیزہ حیات کا نسخۂ کیمیا



شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجددِ زمانہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

ادارۃ تالیفاتِ اختریہ
hazratmeersahib.com

اصلاحی مجالس

حضرت اقدس شاہ فیروز عبداللہ میمن صاحب دامت برکاتہم

خلیفہ مجازِ بیعت

شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجددِ زمانہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

ہفتہ وار بیانات کی ترتیب

- جمعرات (مرکزی بیان) مغرب تا عشاء
- جمعۃ المبارک کا بیان دوپہر 12:45 تا 1:45
- اتوار مجلس صبح 11 بجے

روزانہ مجالس کی ترتیب • بعد فجر • بعد عشاء

شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجددِ زمانہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی کتابیں مفت حاصل کرنے کے لئے **0334-3217128** پر اپنا مکمل پتا میسج کریں۔

اصلاحی مکاتبت اور مجالس کے لئے

جامع مسجد اختر، C-96 گلستانِ جوہر بلاک 12

نزد سندھ بلوچ سوسائٹی، گیٹ نمبر 2 کراچی۔

پی او بکس: 18778 پوسٹ کوڈ: 75290 فون: 021-34030643-44

خواتین کے لئے پردے سے بیان سننے کا انتظام **B-38** سندھ بلوچ سوسائٹی

ای میل: AskHazratSheikh@gmail.com ویب سائٹ: TrueTasawwuf.org

تمام بیانات ویب سائٹ پر LIVE سنے جاسکتے ہیں

به فیضِ صحبتِ ابرار یہ دردِ محبت ہے | به اُمیدِ نصیحت دوستو اس کی اشاعت ہے
محبت تیرا صدقہ ہے ثمر ہے تیرے نازوں کے | جو میں یہ نشر کرتا ہوں خزانے تیرے رازوں کے

انتساب

یہ انتساب

شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجددِ زمانہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

اپنی حیاتِ مبارکہ میں اپنی جملہ تصانیف پر تحریر فرمایا کرتے تھے۔

احقر کی جملہ تصانیف و تالیفات

مرشدنا و مولانا محی السنۃ حضرت اقدس شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

اور

حضرتِ اقدس مولانا شاہ عبد الغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

اور

حضرتِ اقدس مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

کی

صحبتوں کے فیوض و برکات کا مجموعہ ہیں

احقر محمد اختر عفا اللہ تعالیٰ عنہ

ضروری تفصیل

نامِ وعظ: پاکیزہ حیات کا نسخۂ کیمیا

نامِ واعظ: محبی و محبوبی مرشدی و مولائی سراج المِلّت والدّین شیخ العرب والعجم عارف باللہ قطب زماں مجددِ دوراں حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

تاریخِ وعظ: ۲۸ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۲ھ مطابق ۶ دسمبر ۱۹۹۱ء بروز جمعۃ المبارک

مقام: مسجد اشرف، خانقاہ امدادیہ اشرفیہ گلشن اقبال کراچی

موضوع: یادِ الٰہی کی اقسام، غفلت کی علامت اور ان کا علاج

مرتب: حضرت اقدس سید عشرت جمیل میر صاحب دامت برکاتہم
خادمِ خاص و خلیفہ مجازِ بیعت حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ

اشاعتِ اوّل: ۱۲ محرم ۱۴۳۶ھ مطابق ۵ نومبر ۲۰۱۴ء

ناشر: اِدارۂ تالیفاتِ اختریہ
بی ۳۸، سندھ بلوچ ہاؤسنگ سوسائٹی، گلستانِ جوہر بلاک نمبر ۱۲ کراچی

فہرست

عنوانات　　　　　　　　　　　　　　　　　　صفحہ نمبر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پاکیزہ حیات کا نسخۂ کیمیا

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَ کَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اَمَّا بَعْدُ

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ○ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

﴿ اَللّٰہُ یَجْتَبِیْٓ اِلَیْہِ مَنْ یَّشَآءُ وَیَھْدِیْٓ اِلَیْہِ مَنْ یُّنِیْبُ ○ ﴾

(سورۃ الشوریٰ، آیۃ:١٣)

گناہوں کی پختہ عادت کا علاج

جب انسان اپنے دست و بازو سے تھک جائے اور وہ اپنی طاقت استعمال کرنے کے باوجود نفس و شیطان پر غالب نہ آسکے اوراس کے نفس کی بری بری عادتوں کی جڑیں بہت گہری ہوچکی ہوں، وہ گناہوں کی دلدل میں اتنا زیادہ پھنس چکا ہو کہ جتنا اچھلتا ہے اتنا ہی دلدل میں پھنستا ہے، وہ جتنا گناہ سے توبہ کرنا چاہے اتنا ہی اس کے گناہوں کی پرانی عادتیں جواس کے دل میں بہت ہی گہری جڑیں بنا چکی ہیں پھراس کا منہ روسیاہ کرتی ہیں، نفس و شیطان اسے اپنے چنگل میں دبا لیتے ہیں اور پرانے گناہ بار بار کراتے رہتے ہیں، وہ نادم بھی ہوتا ہے یہاں تک کہ اپنے نفس پر اتنی زبردست لعنت کرتا ہے کہ بعض دوستوں نے کہا کہ دل چاہتا ہے کہ خودکشی کرلوں لیکن خودکشی حرام ہے لہٰذا ایسے مریضوں کو آئی سی یو میں داخل ہونا چاہیے، ہسپتال کے انتہائی نگہداشت کے کمرہ کو انگریزی میں آئی سی یو کہتے ہیں، تو اوّل تو ان کو وہاں داخلہ لینا چاہیے لیکن بعض

کے حالات ایسے ہوتے ہیں کہ ہسپتال میں داخلہ کے باوجود وہ مریض بد پرہیزی کا اتنا زیادہ عادی ہوتا ہے کہ ڈاکٹروں کی نگرانی میں رہتے ہوئے بھی چھپ کر کچھ نہ کچھ زہر کھا لیتا ہے مثلاً اسے پیچش ہے، آنتیں سڑ چکی ہیں مگر مرچوں والے کباب سے باز نہیں آتا، ڈاکٹر نے لاکھ منع کیا، ہر وقت نگرانی بھی کرتا ہے مگر وہ کہیں سے چھپ چھپا کر کباب منگا کر کھا لیتا ہے یا پھر اسے شوگر کی بیماری ہے مگر گلاب جامن کھانے سے باز نہیں آتا، حالانکہ پھر اس کے بعد اس کی حالت انتہائی خراب ہوتی ہے، وہ انتہائی اضطراب میں ہوتا ہے۔ اسی طرح جو لوگ گناہوں کے معاملہ میں بد پرہیزی کرتے ہیں تو ان کی ساری زندگی پاگل کتّے کی طرح رہتی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اطمینانِ قلب کا مدار اور اطمینانِ قلب کی بنیادی چیز اپنی یاد کو فرمایا ہے اور گناہ یاد کی بالکل مخالف چیز ہے۔

جماعت سے نماز پڑھنا واجب ہے

خلافِ یاد اور خلافِ ذکر کے دو درجے ہیں۔ ایک تو یہ ہے کہ تلاوت نہیں کی، ذکر نہیں کیا تو یہ محض غفلت ہے اور دوسرا یہ کہ نماز قضا کر دی یا جماعت کی نماز چھوڑ دی سستی سے، تو یہ درجہ غفلت کا بھی ہے اور معصیت کا بھی ہے کیونکہ شریعت نے جماعت کو واجب قرار دیا ہے، اس کی دلیل قرآن پاک کی آیت ہے:

﴿وَارۡکَعُوۡا مَعَ الرّٰکِعِیۡنَ﴾

(سورۃ البقرۃ: آیۃ ۴۳)

اور رکوع کرو رکوع کرنے والوں کے ساتھ۔ یہ جو بات عرض کر رہا ہوں یہ تفسیروں میں موجود ہے، حوالہ اس لیے دے دیتا ہوں تاکہ اگر کوئی دیکھنا چاہے تو الحمدللہ میرے پاس کتب خانہ بھی موجود ہے:

((وَقَدِ اسْتَدَلَّ كَثِيْرٌ مِّنَ الْعُلَمَآءِ بِهٰذِهِ الْاٰيَةِ عَلٰى وُجُوْبِ الْجَمَاعَةِ))

(تفسیر ابن کثیر (رشیدیہ)؛ ج ۱ ص ۲۲۴)، (روح المعانی (رشیدیہ)؛ ج ۱ ص ۳۳۴)

فقہا اور علماء کہتے ہیں کہ اسی آیت سے جماعت سے نماز پڑھنا واجب ہے۔ یعنی جب جماعت سے نماز ہورہی ہو تو جماعت کے ساتھ نماز پڑھو۔ اب آپ کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے نماز کو رکوع سے کیوں تعبیر کیا؟ وَارْكَعُوْا مَعَ الرّٰكِعِيْنَ رکوع کرو رکوع کرنے والوں کے ساتھ۔ حالانکہ نماز کے لیے یہ آیت یوں بھی نازل ہوسکتی تھی صَلُّوْا مَعَ الْمُصَلِّيْنَ نماز پڑھو نمازیوں کے ساتھ لیکن اللہ تعالیٰ نے نماز کو لفظ رکوع سے کیوں تعبیر کیا؟ جبکہ رکوع تو نماز کا ایک جز ہے۔ تو میں عرض کرتا ہوں کہ کبھی کُل کو جُز سے تعبیر کردیا جاتا ہے جبکہ وہ جز بہت اہم ہوتا ہو جیسے طب میں ایک دوا ہے جوارش کمونی، کمون معنی زیرہ حالانکہ اور بھی اجزاء سے مل کر بنتی ہے۔ ایسے ہی لعوقِ سپستاں میں بہت سے اجزا ہوتے ہیں لیکن سپستاں اہم جز ہوتا ہے اس کی وجہ سے اس کا نام ہی لعوقِ سپستاں رکھ دیا گیا۔ تو چونکہ رکوع اسلام میں ایک نئی چیز عطا ہوئی تھی، پچھلی امتوں کو رکوع کی دولت نصیب نہیں تھی، اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو رکوع کی دولت عطا فرمائی، اس لیے اللہ تعالیٰ نے اس اہم جز کے نام سے نماز کو تعبیر کردیا۔ اور مسجد میں جماعت سے نماز کے وجوب پر دوسری دلیل یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

((لَقَدْ هَمَمْتُ اَنْ اٰمُرَ بِالصَّلٰوةِ فَتُقَامَ ثُمَّ اٰمُرَ رَجُلًا فَيُصَلِّيَ بِالنَّاسِ ثُمَّ اَنْطَلِقَ مَعِيَ بِرِجَالٍ مَّعَهُمْ حُزَمٌ مِّنْ حَطَبٍ اِلٰى قَوْمٍ لَّا يَشْهَدُوْنَ الصَّلٰوةَ فَاُحَرِّقَ عَلَيْهِمْ بُيُوْتَهُمْ بِالنَّارِ))

(صحیح مسلم: (قدیمی)؛ باب فضل الصلوة الجماعة وبیان التشدید فی التخلف عنها؛ ج ۱ ص ۲۳۲)

مجبور، معذور، بیمار تو مستثنیٰ ہے مگر اس کے علاوہ جو شخص جماعت سے

نماز نہ ادا کرے، غفلت کی وجہ سے جو جماعت چھوڑتا ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ میرا دل چاہتا ہے کہ میں لکڑیاں جمع کر کے اس کے گھر کو آگ لگادوں لیکن سمجھ لو جو جان بوجھ کر جماعت چھوڑتا ہے پھر اس کے گھر میں آگ لگ ہی جاتی ہے۔

اور حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ:

((اَلْجَمَاعَةُ سُنَّةٌ مِّنْ سُنَنِ الْهُدٰى لَا يَتَخَلَّفُ عَنْهَا اِلَّا مُنَافِقٌ))

(فتح القدير شرح الهداية لابن الهمام، ج۱ ص ۳۴۶)

(رياض الصالحين (القاهرة) ص ۳۱۹ رقم الحديث: ۱۰۷۶)

امام ابن ھمام نے فتح القدیر میں نقل کیا ہے کہ جماعت کی نماز وہی شخص چھوڑتا ہے جو منافق ہوتا ہے۔ یعنی جو مسلمان جان بوجھ کر جماعت کی نماز چھوڑتا ہے وہ عملاً منافقوں جیسا عمل کرتا ہے اگرچہ اعتقادی طور پر منافق نہ ہو۔

یاد کی اَقسام

تو یاد کی دو قسمیں ہیں، یادِ مثبت اور یادِ منفی، پھر یادِ منفی کی دو اور قسمیں ہیں یعنی خلافِ یاد کی دو قسمیں ہیں غفلت اور معصیت۔ جیسے ایک شخص تلاوت کرنا بھول گیا، ذکر کرنا بھول گیا، اللہ کو یاد نہیں کر رہا ہے، ہاہاہا گپ شپ خوب کر رہا ہے، یہ غافل تو ہے مگر عاصی نہیں ہے اگرچہ کسی درجہ میں تھوڑی سی معصیت ہلکی سی ہے جو مکروہ ہے لیکن ایک شخص گناہِ کبیرہ کر رہا ہے، بدنظری کر رہا ہے، کسی عورت کو یا لڑکے کو شہوت کے ساتھ دیکھ رہا ہے یا بالکل ہی گناہِ کبیرہ کرتا ہے، تو یہ شخص اللہ تعالیٰ کے ذکر کے بالکل متضاد جا رہا ہے۔ تو ذکر سے جتنا اطمینانِ قلب کا وعدہ ہے اتنا ہی اس کے خلاف کرنے پر بے اطمینانی کا ترتب عذاب کی صورت میں نازل ہوگا۔

یہ اللہ تعالیٰ کا کرم ہے کہ وہ ڈھیل دیتے ہیں کہ شاید اب توبہ کر لے، اب

توبہ کرلے مگر جب دیکھتے ہیں کہ اس ظالم کے منہ کو تو یہ خبیث عادتیں لگی ہوئی ہیں جنہیں اب یہ چھوڑے گا نہیں تو پھر اکٹھے ہی پکڑ کر جوتے سے پٹوا دیتے ہیں یا پھر ہلاک ہی کردیتے ہیں۔ بعض لوگوں کو عین گناہِ کبیرہ کی حالت میں ہلاک کردیا گیا، وہاں فائرنگ ہوگئی یا کچھ اور سزا ہوگئی، یا اخباروں میں آگیا اور شرم کے مارے خودکشی تک کرلی۔ اس کو یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نہ ڈرنے والے کا حال بہت خستہ ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے کفار کی علامت بیان کی ہے:

﴿فَلَا يَأۡمَنُ مَكۡرَ اللّٰهِ (اَیۡ عَذَابَ اللّٰهِ) اِلَّا الۡقَوۡمُ الۡخٰسِرُوۡنَ﴾

(اَیۡ اَلۡمَغۡبُوۡنُوۡنَ الۡكَافِرُوۡنَ)

(سورۃ الاعراف: آیۃ ۹۹؛ تنویر المقباس من تفسیر ابن عباس رضی اللہ عنہما، ج ۱ ص ۱۳۳)
(روح المعانی (مکتبہ رشیدیہ)، ج ۹ ص ۲۰)

کہ نہیں مامون ہوتے ہمارے عذاب سے مگر کافر لوگ۔ یہ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی تفسیر ہے کہ یہاں ''اَلۡخٰسِرُوۡنَ'' سے مراد کم سمجھ اور کافر لوگ ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا قربِ خاص کس کو نصیب ہوتا ہے؟

اس لیے عرض کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے حلم و کرم اور ڈھیل کی آڑ میں نفس دشمن کی باتیں سن کر گناہ کے تقاضوں پر عمل نہ کرو۔ یاد رکھو! جو شخص گناہ چھوڑنے سے اپنے نفس دشمن کو حسرت اور غم کا داغ دیتا ہے، نفس کو زخم لگاتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت پیارا بندہ ہوتا ہے کیونکہ جب بندہ گناہ سے بچتا ہے تو اس کا دل شکستہ ہوتا ہے اور ٹوٹے ہوئے دل میں خدا ہوتا ہے۔ گناہ چھوڑنے سے دل میں حسرت پیدا ہوتی ہے کہ گناہوں میں کیسا مزہ آتا تھا، اب نفس کہتا ہے کہ ارے! یہ مُلّا ہوگیا، متقی ہوگیا، اب یہ نہ وی سی آر دکھائے گا، نہ سینما دکھائے گا،

نہ ٹی وی دکھائے گا، نہ حسینوں کو دکھائے گا۔ نادان آدمی اپنی زندگی ویران سمجھنے لگتا ہے لیکن آہ! اگر اس کو عقل آجائے تو یہی زندگی کی آبادی ہے اور یہی زندگی کی تعمیر ہے۔ جو خدا تعالیٰ کو راضی کرتا ہے یقین سے کہتا ہوں کہ اس کے دل میں اللہ تعالیٰ غیر فانی بہار عطا فرماتا ہے، جو فانی بہاروں کو چھوڑتا ہے اور گناہ چھوڑنے سے دل میں جو حسرت پیدا ہوتی ہے، اس پر میرا شعر ہے ؎

مرے حسرت زدہ دل پر انہیں یوں پیار آتا ہے

کہ جیسے چوم لے ماں چشمِ نم سے اپنے بچے کو

جیسے ماں اپنے بچہ سے کہتی ہے کہ بیٹا! تمہیں پیچش لگی ہوئی ہے لہٰذا کباب مت کھاؤ، تمہیں ڈاکٹر نے منع کیا ہے، جب اچھے ہو جاؤ گے پھر ہم تمہیں خوب کباب کھلائیں گے لیکن جب بچہ اپنے دوسرے بھائیوں کو کباب کھاتے دیکھ کر رونے لگتا ہے تب ماں اس کو گود میں لے کر چشمِ نم سے پیار کرتی ہے اور کہتی ہے کہ ڈاکٹر جس چیز سے پرہیز بتائے، اس کی بات مان لو، جلد اچھے ہو جاؤ گے۔ اسی طرح شیخ اپنے مرید کو جس چیز سے پرہیز بتائے تو اگر وہ جائز بھی ہو تو اس سے احتیاط کرو کیونکہ شیخ خوب سمجھتا ہے کہ یہ جائز کرتے کرتے ناجائز میں داخل ہو جائے گا۔ شیخ اپنے مرید کے حالات کو خوب سمجھتا ہے۔ ایک صاحب نے اپنی حالت کو تربیت السالک میں خلفاء حضرات کی حالت دیکھ کر حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کو خط میں نقل کر دیا کہ شاید مجھے بھی خلافت مل جائے۔ لیکن حضرت نے ان کا خط پڑھ کر فرمایا کہ دیکھو! میرے خلفاء کی نقل مت کرو، میں خوب سمجھتا ہوں کہ ابھی تمہارے کتنے دانت نکلے ہیں، جو جانور پالتا ہے وہ یہ بھی جانتا ہے کہ اب اس کا بچھڑا کتنے دانت کا ہو گیا۔ دو دانت کا ہو گیا یا چار دانت کا ہو گیا۔ مجھ کو دھوکہ مت دو۔

اللہ تعالیٰ کی ناراضگی دوزخ سے کم نہیں

تو دوستو! میں یہ عرض کررہا تھا کہ جس طرح اللہ تعالیٰ کی یاد میں اطمینان کا وعدہ ہے اسی طرح ان کی یاد کے خلاف یعنی غفلت میں اطمینان تو آئے گا مگر ناقص ہوگا لیکن اگر گناہ کرلیا تو کیونکہ یہ اللہ کی یاد کا خلافِ کامل ہے، ضدِ کامل ہے لہٰذا عذاب کے طور پر کامل بے اطمینانی آئے گی، پھر نہ کہنا کہ خبر نہ ہوئی۔ آخر کب تک اس طرح کی معذّب زندگی گذارو گے؟ جو اللہ تعالیٰ کو ناراض کرتا ہے تو وہ اس وقت عذاب میں ہوتا ہے، اس کی دوزخ تو وہیں سے شروع ہوگئی کیونکہ دوزخ کے عذاب کا تذکرہ قرآن پاک میں ہے کہ:

﴿لَا یَمُوۡتُ فِیۡہَا وَلَا یَحۡیٰی ۝﴾

(سورۃ طٰہٰ، آیۃ: ۷۴)

یعنی دوزخ میں دوزخیوں کو نہ موت آئے گی نہ حیات ملے گی تو گنہگار زندگی کا یہی حال ہوتا ہے کہ نہ اسے موت آتی ہے نہ حیاتِ اہل اللہ عطا ہوتی ہے۔

گنہگاروں کو اللہ والوں کی پاکیزہ حیات کی ہوا بھی نہیں لگی ہوتی

گناہوں کے اصرار کے ساتھ اسے اللہ والوں کی حیات کہاں نصیب ہوسکتی ہے؟ ملفوظات نقل کرنے سے کیا ہوتا ہے؟ بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ اگر میں اللہ والا نہ ہوتا تو ایسے ملفوظات کیوں نقل کرتا؟ تو بتا دیا کہ محض ملفوظات نقل کرنے سے کچھ نہیں ہوتا، مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

چہ شناسی زبانِ مرغاں را
تو نہ دیدی گہے سلیماں را

جب تم نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو دیکھا ہی نہیں تو تم کیا جانو چڑیا کی کیا آواز ہوتی ہے؟ ؎

گر بیاموزی صفیر بلبلے
تو چہ دانی او چہ گوید با گُلے

اگر تم نے بلبل کی سیٹی مشق کر لی یعنی بلبل کی آواز نکالنے کی نقل کر لی، تو بھی تمہیں کیا خبر کہ بلبل، پھول سے کیا بات کر رہا ہے اور ؎

لحن مرغاں را اگر واقف شوی
بر ضمیر مرغ کے عارف شوی

چڑیوں کی آواز کی نقل کر لینے سے یہ لازم نہیں آتا کہ تم ان کے دل کی آواز اور روح کی کیفیت سے بھی واقف ہو گئے۔ اسی طرح اللہ والوں کی باتیں نقل کرنے سے یہ مت سمجھو کہ تم ان کی بلندئ شان سے واقف ہو چکے ہو یا تمہیں اللہ کا قرب مل گیا ہے، گناہوں پر اصرار کرنے والوں کو اللہ والوں کے مقامِ قرب کی ہوا تک نہیں لگی ہوتی، محض الفاظ سنانے سے کچھ نہیں ہوتا، مناجات کے عالم میں اللہ والوں کی روح کے اللہ سے کیا راز و نیاز ہوتے ہیں تمہیں اس کی ابھی کیا ہوا لگی ہے؟

تو جو گناہوں سے اپنے دل کو خوش کرتا ہے اگر چہ وہ صورتاً تو سنیاسی یعنی درویش ہے لیکن عملاً سنڈاسی ہے، ہندی زبان میں سنڈاس بیت الخلاء کو کہتے ہیں، پہلے زمانے میں بھنگیوں سے کہتے تھے کہ بھئی! ذرا سنڈاس صاف کر دینا۔ کیا گناہوں کی غلاظت کے ساتھ اللہ کے قرب کے عطر کا تصور ہو سکتا ہے؟ ذرا سوچیے کہ جو شخص گناہِ کبیرہ کا ارتکاب کرتا رہتا ہے اس ظالم کو حق تعالیٰ کے قرب کی کیا خوشبو آئے گی؟ جیسے کسی نے دس ہزار روپے تولہ کا عطر لگایا مگر ساتھ ہی

کتّے کا پاخانہ بھی لگا لیا تو کیا اس کے پاس سے عطر کی خوشبو آئے گی؟ نہیں۔ اس لیے ہمارے اکابر یعنی حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ چاہے وظیفے کم پڑھو، پڑھو ضرور لیکن مقدار معتدل رکھو لیکن گناہ سے زیادہ بچو، جتنا زیادہ گناہ سے دور رہو گے تو تھوڑا سا ذکر بھی تمہیں زمین سے اٹھا کر اللہ تک پہنچا دے گا، ان شاء اللہ۔

اللہ اللہ اسمِ پاکِ نامِ دوست
اسمِ اعظم از برائے قربِ اوست

اللہ اللہ کس کا نام ہے، ارے ہمارے دوست کا نام ہے۔ مولانا رومی کا ہی منہ یہ بات کہنے کے قابل تھا۔ آہ! اللہ اللہ ہے، اللہ اللہ اسم اعظم کی طرح اللہ تک پہنچا دیتا ہے، ذکر، ذاکر کو مذکور تک پہنچا دیتا ہے یعنی اللہ کا ذکر بندہ کو اللہ تک پہنچا دیتا ہے۔

اطمینانِ کامل، ذکرِ کامل سے نصیب ہوتا ہے

تو یاد کی دو قسمیں ہیں اور غفلت کی بھی دو قسمیں ہیں۔ ایک صاحب نے حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو لکھا کہ میں ذکر کرتا ہوں اور ذکر پر اطمینانِ قلب کا وعدہ ہے لیکن میرے قلب کو اطمینان حاصل نہیں ہو رہا۔ اس پر حضرت نے دریافت فرمایا کہ کیا تم گناہوں کا ارتکاب کرتے ہو؟ کہا کہ ہاں، تو فرمایا کہ جب تمہارا ذکر کامل نہیں ہے تو اطمینانِ کامل کا انتظار کیوں کرتے ہو؟ جب تمہارا ذکر گناہوں کی وجہ سے ذکرِ ناقص ہے تو تم کو اطمینان بھی ناقص ملے گا، مال تو کھوٹا پیش کرتے ہو مگر قیمت اصلی لینا چاہتے ہو، کھوٹے مال پر اصلی قیمت کیسے ملے گی؟ ذکرِ کامل پر اطمینانِ قلب کا وعدہ ہے:

﴿اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ○﴾

(سورۃ الرعد، آیۃ:۲۸)

اللہ پاک ارشاد فرماتے ہیں کہ اے ایمان والو! سن لو! صرف اللہ ہی کی یاد سے تم کو چین ملے گا۔ تم کہاں حرام لذت میں چین تلاش کرنے جارہے ہو، خدا کے لیے شرماؤ، کچھ تو حیا کرو۔ حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ، میرے شیخ کے استاد، فرماتے ہیں ؎

عشقِ بتاں میں اسعد کرتے ہو فکر راحت

دوزخ میں ڈھونڈتے ہو جنت کی خوابگاہیں

حسینوں کے چکر میں آرام تلاش کررہے ہو، ٹیڈیوں کو دیکھ رہے ہو، اللہ کے غضب کی راہوں میں چین تلاش کرتے ہو، قلب کا چین تو اللہ نے اپنی یاد میں رکھا ہے، تم کب تک گدھے اور احمق رہو گے؟ گدھے پن کی بھی کوئی انتہا ہوتی ہے، بڈھے بڈھے منہ پھیلائے ہوئے حسینوں کو دیکھ رہے ہیں، آخر خدا نے ہمیں انسان بنایا ہے لہٰذا اس درجہ کی احمقانہ چالیں کب تک چلو گے؟

ہر شخص اطمینانِ کامل چاہتا ہے، بتاؤ بھئی! آپ لوگ اطمینانِ کامل چاہتے ہیں یا اطمینانِ ناقص؟ (سامعین نے کہا کہ اطمینانِ کامل) تو پھر اللہ تعالیٰ کا وہ ذکر کرو جو گناہوں سے محفوظ ہو، اس پر اطمینانِ کامل ملے گا، گناہوں کے ساتھ ذکر سے اطمینانِ ناقص ملتا ہے لیکن چونکہ ذکر ہی آہستہ آہستہ اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کا ذریعہ ہے اور اطمینانِ ناقص کو اطمینانِ کامل بنانے کا بھی یہی ذریعہ ہے لہٰذا ذکر کبھی نہ چھوڑیں، لوگ گناہ تو نہیں چھوڑتے لیکن ذکر چھوڑ دیتے ہیں یعنی برائی تو نہ چھوڑی بھلائی چھوڑ دی، گناہ نہ چھوڑا اللہ میاں کو چھوڑ دیا، گناہ نہ چھوڑا شیخ کو چھوڑ دیا، خانقاہوں میں آنا جانا چھوڑ دیا، یہ تو اور گدھا ہے، ایسا شخص امیر الحُمر ہے یعنی تمام گدھوں کا سردار ہے۔

غفلت کی اَقسام

اسی طرح سے غفلت کی بھی دو قسمیں ہیں۔ ایک غفلتِ ناقص ہے مثلاً شیخ نے کچھ معمولات بتائے وہ نہیں کر رہا، غفلت ہوگئی، سستی ہوگئی یا دوستوں سے باتوں میں، ہاہا میں لگا ہوا ہے، ان کے ساتھ کھانے میں، چائے پینے میں لگا ہوا ہے، تو یہ غفلت کیسی ہے؟ یہ غفلتِ ناقص ہے کیونکہ گناہ میں تو ملوث نہیں ہے۔ اور ایک غفلت یہ ہے کہ آدمی گناہ کر رہا ہے، اسے کامل غفلت کہتے ہیں، جو شخص گناہ پر جرأت کرتا ہے تو یہ شخص کامل غفلت میں مبتلا ہے، پھر اس کا حال کیا ہوگا؟ اس کی زندگی کتنی تلخ ہوگی؟ اگر کوئی یہ کہے کہ ہمیں تو گناہ سے کوئی خاص پریشانی نہیں ہوتی تو سمجھ لو کہ پھر اس کا دل مردہ ہے جیسے مردہ کو ہزار جوتے لگائیں تب بھی وہ اُف نہیں کرے گا۔ کسی مردے کو ایک ہزار جوتا بغیر گنے ماردو، یہ بھی یوپی کا ایک محاورہ ہے کہ اتنے جوتے بغیر گنے ماروں گا تو کیا مردہ اُف کہے گا؟ تو جس کو گناہ کرنے سے پریشانی نہیں ہوتی، معلوم ہوا کہ اس کا قلب حق تعالیٰ کے قرب کی حیات سے بہت دور ہے کیونکہ اللہ والوں کا دل ایک معمولی مکروہ فعل سے بھی بے چین ہوجاتا ہے ؎

بر دلِ سالک ہزاراں غم بود
گر ز باغِ دل خلالے کم بود

سالک کے دل پر ہزاروں غم ٹوٹ پڑتے ہیں اگر اس کے دل کے باغِ قرب سے ایک تنکا بھی کم ہوجائے، معلوم ہوا کہ ہم سالک بھی نہیں ہیں، جو شخص کبائر سے بھی پریشان نہ ہو تو یہ ظالم، سالک کہلانے کے بھی قابل نہیں ہے کیونکہ سالک کی تعریف مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ فرمارہے ہیں ؎

بر دلِ سالک ہزاراں غم بود
گر ز باغِ دل خلالے کم بود

خلال چھوٹا سا ہوتا ہے، سالک اصلی وہ ہے اگر اس کے باغِ قرب سے ایک خلال بھی کم ہوجائے تو اس کے اوپر ایک نہیں ہزاروں غم ٹوٹ پڑتے ہیں۔

بقدرِ استطاعت وہمت گناہ سے نہ بچنے پر مواخذہ ہوگا

لیکن اگر کسی کے اوپر گناہ کے بعد ایک غم بھی نہیں ٹوٹتا تو معلوم ہوا کہ اس کے قلب کا نہایت خستہ حال ہے، اصل میں یہ گناہوں سے بچنے کی ہمت نہیں کرتا، یہ ہمت چور ہے جیسے بھینس اپنے بچے کے لیے دودھ چرا لیتی ہے یہ ظالم، نفس کے حرام مزہ کے لیے ہمت چرالیتا ہے، جانور اپنے بچے کے لیے دودھ چور ہے اور یہ ظالم ہمت چور ہے۔ اس کے منہ کو اتنا حرام مزہ لگ چکا ہے کہ یہ ہمت ہوتے ہوئے بھی ہمت چور ہے، یہ جانتا ہے کہ اگر میں ہمت کرلوں گا تو میرے نفس کی بری خواہشوں کی کیسے تکمیل ہوگی؟ لیکن یاد رکھیں اس ہمت چوری کا مواخذہ ہوگا، قیامت کے دن اللہ اس سے پوچھے گا کہ میں نے یہ آیت نازل کی تھی:

﴿فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ﴾

(سورۃ التغابن، آیۃ:۱۶)

اپنی استطاعت کے بقدر اللہ سے ڈرو، تو تم نے اس پر عمل کیوں نہیں کیا تب کیا جواب دو گے؟ لہٰذا جتنی تم میں ہمت اور استطاعت ہے اتنا تو اللہ سے ڈرو، کیا اللہ نے تمہیں ہمت نہیں دی کہ تم ٹیڈیوں کے پیچھے نہ پھرو؟ گناہوں کے مراکز میں مت جاؤ؟ کسی حسین کے پیچھے گناہ کے لیے ایک قدم اٹھانے کو تم عذابِ دوزخ سے زیادہ شدید سمجھو، سوچو تو صحیح کہ تمہارا قدم کہاں جارہا ہے؟ اگر کوئی کہے کہ میں اتنا شدید بدنگاہی کا مریض ہوں کہ مجھ میں تو بدنظری چھوڑنے کی ہمت ہی نہیں، تو پھر دوسرا سوال ہوگا کہ اگر اس حسین کا باپ پستول لیے کھڑا

ہو اور کہے کہ جو میرے بیٹے یا بیٹی کو دیکھے گا اسے گولی ماردوں گا پھر اس وقت نظر اٹھانے کی ہمت کیوں نہیں پڑتی، اب نظر بچانے کی ہمت کہاں سے آ گئی؟ تو اگر اللہ نے پوچھ لیا کہ میرے دیکھنے سے تو تجھے خوف محسوس نہیں ہوا مگر ڈنڈے اور پستول سے ڈر کر تو نے نظر جھکا لی، ارے ظالم! تجھے جان پیاری تھی مگر ایمان پیارا نہیں تھا، تجھے جہاں جان کا خطرہ نظر آتا تھا وہاں تو تو گناہ سے رک جاتا تھا لیکن میری محبت اور میرے تعلق کا تیرے اندر ایک ذرّہ بھی نہ تھا جس کی تو پرواہ کرتا۔

جس سرکش قوم کی عادت اختیار کرے گا اسی قوم کے ساتھ حشر ہوگا

آپ سوچو! جس وقت زمین پر گناہ ہوتا ہے تو آسمان پر اللہ تعالیٰ کے غضب کا کیا عالم ہوتا ہے۔ اگر اللہ کے غضب کا صحیح انکشاف ہوجائے تو کسی کو گناہ کرنے کی ہمت نہ پڑے۔ اس لیے جس وقت زمین پر کوئی شخص گناہ کرتا ہے تو وہ کم از کم اتنا تو سوچے کہ آسمان پر میرا کیا حال ہوگا؟ آج کل ایمرجنسی ویزے آ رہے ہیں، جدھر دیکھو موت ہے۔ مولانا فاروق القاسمی دارالعلوم میں رسالہ البلاغ کے منتظم تھے، چالیس برس بھی ان کی عمر نہیں تھی یا ہونے والی تھی لیکن ایک گھنٹے کے اندر انتقال ہوگیا حالانکہ پہلے سے کوئی بیماری دل کی نہیں تھی، اچانک دل میں درد اٹھا، پسینہ آیا اور ایک گھنٹے میں ختم ہوگئے۔ تو کیا معلوم اگر کسی کو گناہ کی حالت میں موت آ گئی تو اس کا حال کیا ہوگا؟ جس قوم کا وہ گناہ ورثہ ہے اسی قوم کے ساتھ اس کا حشر ہوگا:

((مَنْ كَثَّرَ سَوَادَ قَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ وَمَنْ رَضِيَ عَمَلَ قَوْمٍ كَانَ شَرِيْكًا فِيْ عَمَلِهٖ۔ رواہ الدیلمی عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ))

(کنز العمال (دار الکتب العلمیۃ)؛ ج ۹ ص ۱۱، رقم الحدیث ۲۴۷۳۰)

جس نے کسی قوم کی تعداد بڑھائی اس کا حشر اسی قوم کے ساتھ ہوگا۔ اگر کوئی لواطت کا عادی ہے یعنی لڑکوں کے ساتھ بدفعلی کا عادی ہے تو قومِ لوط کے ساتھ اس کا حشر ہوگا اگر اس نے سچی توبہ نہیں کی اور اگر کوئی اور بری عادت ہے تو جس قوم کے ساتھ اس گناہ کا تعلق ہے اسی قوم کے ساتھ اس کا حشر ہوگا اور اگر اسی گناہ کی حالت میں موت آ گئی تو اسی حالت میں اٹھایا جائے گا۔ حدیث پاک میں ہے:

((یُبْعَثُ کُلُّ عَبْدٍ عَلٰی مَا مَاتَ عَلَیْہِ))

(صحیح مسلم: (قدیمی)، کتاب الجنۃ و صفۃ نعیمھا و اھلھا، ج ۲ ص ۳۸۷)

جو شخص جس حال میں مرے گا اسی حال میں اٹھایا جائے گا۔

ایک مشت داڑھی رکھنے پر دردانگیز نصیحت

اسی لیے عرض کرتا ہوں کہ داڑھی منڈانا چھوڑ دیں ورنہ قیامت کے دن اسی منڈی ہوئی داڑھی کی حالت میں اٹھائے جائیں گے اور اگر سرورِ عالم ﷺ نے یہ سوال کر لیا کہ اے میرے امتی! تجھ کو میری شکل سے نفرت کیوں تھی جبکہ تو میری شفاعت کا امیدوار بھی تھا لیکن میری جیسی شکل بنانے سے تجھ کو نفرت تھی، تو نے دنیا میں میری جیسی شکل کیوں نہیں بنائی تو کیا جواب دو گے؟ اس لیے خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا شعر ہے ؎

ترے محبوب کی یارب شباہت لے کے آیا ہوں
حقیقت اس کو تو کر دے میں صورت لے کے آیا ہوں

ارے ہم رسول اللہ ﷺ کی صورت تو بنالیں، جب اللہ والوں کی شکل بنالیں گے تو ان شاء اللہ تعالیٰ اللہ والوں جیسی روح بھی بن جائے گی۔ لوگ اس بات کو معمولی سمجھتے ہیں کہ ظاہر بنانے سے کچھ نہیں ہوتا حالانکہ ظاہر بنانے سے باطن بنتا ہے،

یہ معمولی بات نہیں ہے جیسے ماں کے پیٹ میں پہلے انسان کا اسٹرکچر بنتا ہے، پھر اس میں انسانیت کی روح آتی ہے اور گدھی کے پیٹ میں گدھے کا اسٹرکچر بنتا ہے پھر گدھے کی روح اللہ داخل کرتا ہے، انسان جیسی شکل وصورت بناتا ہے ویسی ہی حقیقت بھی اس کے اندر آجاتی ہے۔

پھر جنہوں نے داڑھی تو رکھی ہے مگر ان کی داڑھی ایک مشت نہیں ہے اور وہ ایک مشت داڑھی رکھتے ہوئے شرماتے ہیں تو یاد رکھیے کہ تینوں طرف سے ایک مشت داڑھی رکھنا واجب ہے یعنی دائیں سے، بائیں سے اور سامنے سے ایک مشت داڑھی رکھنا واجب ہے اور مٹھی کس کی ہو؟ اپنی ہو، کسی بچہ کی نہ ہو، حجام کا دس سال کا بچہ اٹھالاؤ اور کہو کہ بھئی حجامت بنادو اور اپنے بچہ کی مٹھی سے میری داڑھی کاٹ دو۔ بتایئے! اس بچہ کی مٹھی چھوٹی ہوگی یا نہیں؟ تو اس طرح یہ شخص کم سن ہونے کا شوق تو پورا کرلے گا مگر اس کا یہ عمل شریعت کے خلاف ہوجائے گا۔ لہٰذا اپنی مٹھی سے ایک مشت داڑھی رکھنا واجب ہے۔

بڑی بڑی مونچھیں رکھنے والے کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شفاعت نصیب نہیں ہوگی

اسی طرح مونچھوں کو بالکل برابر کرنے کی عادت ڈالیں کیونکہ حدیث پاک میں ہے کہ جو بڑی بڑی مونچھیں رکھے گا اس کو چار قسم کے عذاب دیئے جائیں گے:

((مَنْ طَوَّلَ شَارِبَهٗ عُوْقِبَ بِأَرْبَعَةِ اَشْيَآءَ، لَا يَجِدُ شَفَاعَتِيْ وَلَا يَشْرَبُ مِنْ حَوْضِيْ وَيُعَذَّبُ فِيْ قَبْرِهٖ وَيَبْعَثُ اللهُ اِلَيْهِ الْمُنْكَرَ وَالنَّكِيْرَ فِيْ غَضَبٍ))

(اوجز المسالك شرح مؤطا امام مالك، باب ما جاء فی السنة فی الفطرة، ج ۱۴ ص ۲۷۰)

یہ حدیث کے الفاظ ہیں کہ بڑی مونچھ والوں کو میری شفاعت نہیں ملے گی، حوضِ کوثر پر نہیں آنے دیا جائے گا، قبر میں دردناک عذاب ہوگا اور منکر نکیر حالت غضب میں آئیں گے۔

اب سوال یہ ہے کہ بڑی مونچھ کا معیار کیا ہے؟ اس کا معیار یہ ہے کہ اوپر والے ہونٹ کا کنارہ مونچھوں سے چھپ جائے۔ گو تھوڑی تھوڑی مونچھیں رکھنا جائز ہے مگر افضل درجہ یہی ہے کہ مونچھوں کو بالکل باریک کرلیں کہ دور سے مونڈی ہوئی معلوم ہوں مگر استرے یا بلیڈ سے منڈانے کو بعض علماء نے بدعت لکھا ہے اس لیے قینچی سے برابر کرنا مناسب ہے اور اگر مونچھیں رکھنا ہی ہیں تو جائز درجہ میں کم از کم اوپر والے ہونٹ کا کنارہ کھولے رکھیں۔

کالا خضاب لگانے پر حدیث پاک کی وعید

اور جو لوگ کالا خضاب لگاتے ہیں وہ اس بات کو سمجھ لیں کہ مشکٰوۃ شریف کی حدیث ہے کہ جو کالا خضاب لگائے گا اس کو جنت کی خوشبو بھی نہیں ملے گی۔

((یَکُوْنُ قَوْمٌ فِیْ اٰخِرِ الزَّمَانِ یَخْضِبُوْنَ بِهٰذَا السَّوَادِ كَحَوَاصِلِ الْحَمَامِ، لَا یَجِدُوْنَ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ))

(مشکٰوۃ المصابیح (قدیمی) کتاب اللباس: ص ۳۸۲)

((مَنْ خَضَّبَ بِالسَّوَادِ سَوَّدَ اللّٰهُ وَجْهَهٗ یَوْمَ الْقِیَامَةِ۔ رواہ الطبرانی))

(کنز العمال (دار الکتب العلمیۃ)؛ ج ۶ ص ۲۸۴، رقم الحدیث: ۱۷۳۲۹)

اور اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کا منہ بھی کالا کردیں گے، اس لیے براؤن رنگ کا خضاب لگائیں، بالکل سیاہ مت لگائیں۔

ذکر ونوافل کی قضا نہیں

تو میں عرض کررہا تھا کہ غفلت دوقسم کی ہے، ایک تو یہ کہ معمولات ذکر ونوافل چھوڑ دیئے، اس غفلت کا علاج تو یہ ہے کہ دوبارہ ہمت کرکے معمولات شروع کردیں لیکن معمولات کی قضا نہیں ہے جیسے ایک شخص روزانہ ایک ہزار مرتبہ اللہ اللہ کرتا تھا اب اگر اس نے دس دن اللہ اللہ نہیں کیا، تو اب دس ہزار مرتبہ اللہ اللہ کرنا واجب نہیں ہے، بس توبہ کرکے پھر شروع کردے، اللہ سے معافی مانگ کر دوبارہ ذکر شروع کردے اور یہ شعر بھی پڑھ لے اگر کئی دن تک اللہ کو یاد نہیں کیا، تلاوت نہیں کی تو جب اللہ تعالیٰ کا نام لینے کی توفیق ہوجائے تو یہ شعر پڑھ لیں ؎

مدت کے بعد پھر تری یادوں کا سلسلہ
اِک جسم ناتواں کو توانائی دے گیا

گناہوں سے قلب کمزور ہوجاتا ہے، حرکتِ قلب بھی بند ہوسکتی ہے کیونکہ جب کوئی گناہ کرتا ہے تو دل میں کشمکش ہوتی ہے یعنی دل گناہ کی طرف کھنچتا ہے اور خوفِ خدا اسے لعنت ملامت کرتا ہے، اسی کشمکش میں عین حالتِ گناہ کے وقت ہارٹ فیل ہوسکتا ہے، تو یہ کتنا بڑا المیہ ہوگا اور اگر دل سلامت رہا لیکن رسوائی عام ہوگئی اور لوگوں نے پتھر اور جوتے لگانے شروع کردیئے تو کیا عالم ہوگا؟ ہمیں اللہ تعالیٰ کی ستاری کا پردہ چاک ہونے کا خوف کیوں نہیں ہوتا؟ کیا اللہ تعالیٰ کی ایک صفت انتقام نہیں ہے؟ اس لیے اللہ تعالیٰ کی پردہ پوشی سے ڈھٹائی مت کریں، نہایت بے غیرت ہے جو اللہ تعالیٰ کی پردہ پوشی سے ڈھٹائی کرتا ہے، معلوم ہوا کہ اس ظالم میں ذرّہ غیرت بھی نہیں ہے، ویسے تو بڑا غیرت منداور حیادار بنتا ہے، اگر کوئی اسے ذرا سا ستا دے تو کہتا ہے کہ آپ نے میری عزت کو للکارا ہے، میری

غیرت کو چیلنج کیا ہے۔ ارے! اگر ایسے ہی باغیرت ہوتے تو اللہ کو ناراض نہ کرتے۔

حیا کی تعریف

اب غیرت اور حیا کی تعریف بھی سن لیں کہ حیا کی حقیقت کیا ہے؟ محدثِ عظیم مُلّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ شرمیلا اور حیا والا وہ شخص ہے جو اپنی حالت کو کسی وقت میں اللہ کی نافرمانی میں مبتلا نہ کرے، خدا اس کو کسی بھی وقت اپنی نافرمانی کی حالت میں نہ پائے۔ مشکوۃ کی شرح مرقاۃ میں ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے:

((فَاِنَّ حَقِیْقَۃَ الْحَیَآءِ اَنَّ مَوْلَاكَ لَا یَرَاكَ حَیْثُ نَھَاكَ))

(مرقاۃ المفاتیح: (رشیدیہ)، کتاب الایمان، ج ۱ ص ۱۳۵)

حیا کی حقیقت یہ ہے کہ تیرا مولیٰ تجھ کو ایسی حالت میں نہ دیکھے جس سے تجھے منع کیا گیا ہے یعنی اللہ تعالیٰ اپنی نافرمانی کی حالت میں اپنے بندہ کو نہ دیکھے، یہ اصلی حیا ہے۔ گناہ کرتے وقت شرم نہیں آتی اور ویسے بڑا حیادار بنتا ہے۔ ارے ظالم تو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کر کہ اس نے اپنی ستاری میں رکھا ہوا ہے ورنہ اللہ تعالیٰ مخلوق ہی سے پٹوا دیتا ہے۔ یاد رکھو! اللہ کو آسمان سے فرشتہ بھیجنے کی ضرورت نہیں ہے، جس بت کی پوجا کرتا ہے اسی بت سے پٹوا دیتا ہے۔

یادِ کامل تمام گناہوں کو چھوڑنے سے حاصل ہوتی ہے

تو میں نے یہ عرض کر دیا کہ یادِ کامل کیا ہے؟ آپ بتایئے کہ ہم لوگ اطمینانِ کامل چاہتے ہیں یا اطمینانِ ناقص؟ اگر اطمینانِ کامل چاہتے ہیں تو ہمیں یادِ کامل کرنی چاہیے جو گناہ سے ملوث نہ ہو کیونکہ ذکر پر اللہ تعالیٰ کا اطمینانِ قلب کا وعدہ ہے:

﴿اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ○﴾

(سورۃ الرعد، آیۃ:۲۸)

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جو ہمیں یاد کرتا ہے، ہمارا ذکر کرتا ہے تو اس ذکر کی برکت سے ہم اس کے دل کو اطمینان عطا کرتے ہیں لیکن جو ذکر کامل ہے، گناہوں سے محفوظ ہے تو اس قلب کو اطمینانِ کامل عطا ہوگا، اگر ذکر کے ساتھ گناہوں کی عادت بھی ہے تو اطمینانِ ناقص عطا ہوگا۔

ایسے ہی ذکر کی ضد غفلت ہے، اگر غفلت ناقص ہے تو سزا بھی ناقص ہوگی، پوری سزا نہیں ہوگی اور اگر گناہ کرلیا تو اس غفلتِ کاملہ پر اس کو عذاب بھی کامل ملے گا۔ اور مسلسل گناہوں کا ایک اور عذاب علماء نے لکھا ہے کہ جو گناہ کا تسلسل نہیں چھوڑتا اس کا خاتمہ خراب ہونے کا اندیشہ ہے، سُوءِ خاتمہ کا اندیشہ ہے، کیوں؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ جب لوٹے کو جھکایا جاتا ہے تو جو لوٹے میں ہوتا ہے وہی تو نکلے گا، جب اس کا دل حسینوں کے چکر میں لگا ہوا ہے تو کلمہ پڑھنے کے وقت اس کے دل سے انہی حسینوں کی باتیں نکلیں گی۔

بدنظری نہ چھوڑنے پر ایک عبرت انگیز واقعہ

علامہ ابن قیم جوزی رحمۃ اللہ علیہ ایک واقعہ نقل کرتے ہیں کہ ایک نظرباز شخص اِدھر اُدھر نظریں مارتا تھا، اس کا دل ایک حسین لڑکے پر آ گیا جس کے عشق میں پاگلوں کی طرح پھرتا تھا، یہاں تک کہ ساری عمر گناہ کرتے کرتے جب مرنے کا وقت آیا تو اس کے پڑوسی نے اس سے کہا کہ کلمہ پڑھ لو کیونکہ تمہاری موت کے آثار نظر آرہے ہیں تو بجائے کلمہ پڑھنے کے اس کو اس عشقِ مجازی کا عذاب کیا ملا؟ اس نے کہا ؎

رِضَاكَ اَشْهٰى اِلٰى فُؤَادِيْ
مِنْ رَّحْمَةِ الْخَالِقِ الْجَلِيْلِ

یعنی اے میرے معشوق! تیرا خوش ہوجانا میرے دل کو خالقِ جلیل کی رحمت سے زیادہ محبوب ہے (یعنی اللہ تعالیٰ کی رحمت سے زیادہ مجھے یہ پسند ہے کہ وہ معشوق مجھ سے خوش ہوجائے)۔ دیکھا آپ نے! پاخانے کا ناپاک مقام پانے کے لیے اس ظالم نے اللہ تعالیٰ کی رحمت کو پسِ پشت ڈال دیا، اس ظالم نے عظمتِ الٰہیہ کو ایسے گندے مقام کے لیے پاش پاش کردیا۔ ایسا عذاب دنیا میں کسی قوم پر نازل نہیں ہوا جیسا حضرت لوط علیہ السلام کی قوم پر نازل ہوا کہ ان پر زمین الٹ دی گئی اور اللہ تعالیٰ نے آسمان سے پتھر بھی برسائے، تاریخ میں کسی قوم پر ایسا عذاب نازل نہیں ہوا مگر سب کچھ علم ہوتے ہوئے بھی گُو کھانا یعنی اس خبیث گناہ میں مبتلا ہونا بہت بڑی خطرناک بات ہے لہٰذا اس گناہ سے بچنے کے لیے اپنی ہمت کو استعمال کریں، پھر نہ کہنا خبر نہ ہوئی، اپنی ہمت بھی استعمال کریں اور اللہ سے گڑگڑا گڑگڑا کر، رورو کر سجدہ گاہ کو تر بھی کریں اور اتنا روئیں کہ اللہ تعالیٰ کو رحم آجائے۔ جب آپ نے دیکھ لیا کہ گناہ سے بچنے میں ہمارے بازو شل ہوچکے ہیں جیسے ایک شاعر کہتا ہے ؎

یہ بازو مرے آزمائے ہوئے ہیں

یعنی جب آپ بارہا اپنے دست و بازو کو آزما چکے تو پھر کیوں نہیں اللہ سے روتے اور کیوں نہیں اہل اللہ سے دعا کرواتے؟ خدا تعالیٰ اپنے کرم سے ہمیں جذب کرلے اور اپنی حفاظتِ تکوینی نصیب فرمائے۔

اللہ تعالیٰ سے جذب کی دعا کرنی چاہیے

اب جذب کا ایک قصہ سناتا ہوں کیونکہ آج میں نے یہی آیت

تلاوت کی ہے کہ اللہ جس کو چاہتا ہے اپنی طرف جذب کر لیتا ہے، پھر خدا کا جذب کیا ہوا نامراد نہیں ہوسکتا، اس لیے اس آیت کو تلاوت کر کے اللہ تعالیٰ سے ان کا جذب مانگو کہ اے خدا! جب آپ کے اندر شانِ اجتباء یعنی ہمیں جذب کرنے کی شان موجود ہے تو اپنی اس صفت کا ہم پر ظہور بھی فرمائیے، ہم آپ کی اس صفت کے ظہور کے سب سے زیادہ محتاج ہیں۔ دیکھو بھئی! جو بیٹا طاقت ور ہوتا ہے جلدی سے ابا کی ہر بات مان لیتا ہے اور جو بیٹا کمزور ہوتا ہے وہ حسرت سے کہتا ہے کہ ابا مجھے بھی کچھ طاقت کی چیزیں کھلا دیں جس سے میں بھی آپ کی فرماں برداری کروں۔ تو اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کرو کہ جب آپ میں یہ صفتِ جذب موجود ہے جس کا آپ نے اعلان بھی فرما دیا ہے، اگر آپ ہم کو یہ نعمت نہ دینا چاہتے تو اس کا اعلان بھی نہ فرماتے، ابا جو چیز بچوں کو نہیں دینا چاہتا تو اس کے بارے میں کچھ بتاتا ہی نہیں لیکن چونکہ ربّا دینا چاہتا ہے اس لیے قرآن میں اس کا اعلان فرما دیا۔ تو جو لوگ اپنے ارادہ اور ہمت سے ہارے ہوئے ہوں، نفس وشیطان سے مغلوب ہو کر ذلیل وخوار ہو رہے ہوں، ان کو چاہیے بلکہ ہم سب کو چاہیے کیونکہ اللہ کی اس صفت سے کوئی شخص بے نیاز نہیں، بڑے سے بڑا عالم اور بڑے سے بڑا پیر اس صفت کا محتاج ہے، وہ بار بار اللہ تعالیٰ سے کہے کہ اے خدا! اپنی صفتِ جذب سے ہم کو اپنا بنا لے۔

بندہ کو اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کے دو ہی راستے ہیں۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں۔ ’’اَللّٰهُ يَجْتَبِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ يَّشَآءُ‘‘ اللہ جس بندہ کو چاہتا ہے اپنی طرف کھینچ لیتا ہے ’’وَيَهْدِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ يُّنِيْبُ‘‘ اور جو اللہ کی طرف چلتا ہے انابت اور توجہ کرتا ہے، اللہ کی تلاش میں محنت ومشقت اٹھاتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کو بھی ہدایت دے دیتا ہے۔

تو دو راستے ہوگئے۔ پہلے کا نام جذب ہے اور دوسرے کا نام سلوک۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے صفت جذب کو مقدم فرمایا کیونکہ اس میں بندہ مراد ہوتا ہے، مراد کے معنی ہیں جس کا ارادہ کیا جائے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو اپنا بنانے کا ارادہ فرمالیا اور دوسرے راستہ یعنی راہِ سلوک میں بندہ مُرید ہوتا ہے، اللہ کی طرف توجہ کرتا ہے، اللہ کو تلاش کرتا ہے، اللہ کے راستہ میں محنت و مشقت اٹھاتا ہے، بزرگوں کی خدمت میں جاتا ہے، اللہ اللہ کرتا ہے، گناہ سے بچتا ہے، یہ مُرید ہے۔ اللہ کا ارادہ کرنے والا ہے اس کو بھی بعد میں جذب نصیب ہوجاتا ہے کیوں کہ بغیر جذب کے کوئی اللہ تک نہیں پہنچ سکتا۔

بہرحال جذب ہو یا سلوک، دونوں راستے اللہ تک پہنچاتے ہیں۔ فرق یہ ہے کہ بعضوں کو اللہ تعالیٰ پہلے ہی اپنی طرف کھینچ لیتا ہے اور بعضوں کو سلوک کی توفیق پہلے ہوتی ہے بعد میں اللہ تعالیٰ ان کو جذب کرتا ہے۔ معلوم ہوا کہ بغیر حق تعالیٰ کے جذب کے کوئی خدا تعالیٰ تک نہیں پہنچ سکتا۔

اللہ تعالیٰ کی آغوشِ رحمت سے نفس و شیطان بھی نہیں چھین سکتے

اب سنئے! جس کو اللہ کھینچ لے پھر اس کو ساری دنیا کے نفس و شیطان نہیں کھینچ سکتے، سارے عالم کی گمراہ کن ایجنسیاں اور خود اس کا نفس ظالم بھی اس کو اللہ تعالیٰ کی آغوشِ حفاظت سے نہیں چھین سکتا۔ دیکھو! ماں کی گود سے تو بچہ اغوا ہوسکتا ہے مثلاً کوئی طاقت ور غنڈا آ گیا اور ماں سے چھین کر لے گیا تو ماں چلّاتی رہ جائے گی اور وہ بچہ لے کر بھاگ جائے گا لیکن حق تعالیٰ کی حفاظت کی گود سے کون مائی کا لال ہے، کون طاقت والا ہے جو خدائے تعالیٰ کی طاقت پر اپنی طاقت دکھائے۔ اگر اللہ تعالیٰ کسی کی حفاظت کا فیصلہ فرمادے تو ان شاء اللہ تعالیٰ پھر بالکل بے فکر ہوکر آرام سے سوئے۔

اللہ تعالیٰ کے راستے میں امیدوں کے بے شمار آفتاب ہیں

اس لیے مانگو تو صحیح کہ اے اللہ! نفس و شیطان بار بار میرا منہ کالا کرارہے ہیں، اور میری صورت بھی بایزید بسطامی سے کم نہیں ہے، اے اللہ! آپ نے مجھے اپنے نیک بندوں کی شکل عطا فرمائی ہے، جب اپنے صالحین کی شکل دی تو اپنے صالحین کی حقیقت بھی دے دیجیے اور مجھے اپنی حفاظت نصیب فرمادیجیے۔ میں اپنے دست و بازو سے مایوس ہو چکا ہوں، جب میں آپ کے غیر سے مایوس ہو چکا تو اب آپ مجھے اپنی حفاظت میں لے لیجیے ؎

اے پناہِ ما حریمِ کوئے تو
من بہ امیدے رمیدم سوئے تو

میری پناہ گاہ آپ کا دربارِ قرب ہے، میں بڑی امید لے کر دوڑ کر آپ کی طرف آیا ہوں کیونکہ ناامید ہونے کا کوئی راستہ نہیں ہے۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

کوئے نومیدی مرو امید ہاست
سوئے تاریکی مرو خورشید ہاست

اللہ کے راستہ میں کبھی ناامید مت ہو، یہاں بے شمار امیدیں ہیں، اللہ کے راستہ میں امیدوں کے بے شمار آفتاب ہیں، نفس و شیطان کتنا ہی مایوس کریں مگر آپ مایوس نہ ہوں اور میں جو نسخہ بتا رہا ہوں کہ اللہ سے رونا شروع کردو، اللہ تعالیٰ سے حفاظت کی درخواست کرو، روزانہ بلاناغہ ہم سب دو رکعات صلوٰۃ حاجت و صلوٰۃ توبہ پڑھ کر ندامت کے ساتھ، اشک بار آنکھوں سے یا رونے والوں کی شکل بنا کر اللہ تعالیٰ سے ماضی کے گناہوں کا اقرار کر کے کہیں کہ اے اللہ! ہم بڑے ہی نالائق، انتہائی بے غیرت اور انتہائی بے حیا ہیں، گناہ کرتے کرتے ہماری حیا کا مادّہ بھی ختم ہو چکا ہے، بس آپ ہمیں معاف فرما دیجیے اور پھر دعا کرلیں کہ اے اللہ! ہمیں جذب فرمالے، میں اس وقت آپ کی صفتِ جذب کا محتاج

بنا ہوں، آپ کی صفتِ جذب کے خزانے کا بھک منگا بنا ہوں۔ ان شاء اللہ جب اللہ تعالیٰ اپنی صفتِ جذب سے ہمیں اور آپ کو کھینچ لیں گے تو بس پھر کیا عرض کروں۔ جگؔر مراد آبادی کے استاد اصغؔر گونڈوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

نہ میں دیوانہ ہوں اصغؔر نہ مجھ کو ذوقِ عریانی
کوئی کھینچے لیے جاتا ہے خود جیب و گریباں کو

اگر اللہ تعالیٰ کا جذب نصیب ہو گیا تو پھر وہ آپ کے جیب و گریباں کو پکڑ کر خود تقوی کے راستہ پر جمائے رہیں گے، ان شاء اللہ۔ اور اصغؔر گونڈوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

ہمہ تن ہستئ خوابیدہ مری جاگ اٹھی
ہر بُنِ مُو سے مرے اس نے پکارا مجھ کو

جب اللہ جذب کرتا ہے تو غفلت کی زندگی جاگ جاتی ہے، جسم کے جتنے بال ہیں ان تمام بالوں سے جذب عطا ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ کان پکڑ کر نہیں کھینچتے بلکہ جسم کا کوئی بال ایسا نہیں ہوتا جس میں بندہ صفتِ جذب محسوس نہ کرے کہ اللہ ہمہ تن مجھے اپنا بنا رہا ہے، آپ کا ہر ہر بال اللہ کی پکار کو سن لے گا کہ وہ مجھے اپنا بنانا چاہ رہا ہے۔ اصغر گونڈوی دنیاوی شاعر نہیں تھے، تہجد گذار شاعر تھے، تہجد میں بہت روتے تھے، الٰہ آباد میں میرے دوست مولانا لئیق صاحب نے تہجد میں ان کا گریہ سنا ہے۔ وہ فرماتے ہیں ؎

میں سمجھتا تھا مجھے ان کی طلب ہے اصغؔر
کیا خبر تھی وہی لے لیں گے سراپا مجھ کو

میں سمجھتا تھا کہ میں خدا کو چاہتا ہوں لیکن آہ! دوسرے مصرع میں کیا بات فرمائی کہ مجھے کیا خبر تھی کہ وہی لے لیں گے سراپا مجھ کو۔

آج کا بیان ذرا غور سے سن لیجیے اس لیے کہ میرا اس بدھ کو سفرِ ہندوستان ہے، چار سال کے بعد جا رہا ہوں، ممکن ہے مہینہ ڈیڑھ مہینہ لگ جائے، اس لیے ذرا کان کھول کر غور سے سن لیجیے کیونکہ زندگی کا کیا بھروسہ ہے؟ میرا شعر ہے ؎

میر آؤ ذرا گلے مل لیں
کیا بھروسہ ہے زندگانی کا

ایک شعر اور بھی ہے ؎

اپنی نظریں بچا کے بھاگو میر
کیا بھروسہ ہے نفسِ ظالم کا

اور خواجہ صاحب کا شعر ہے ؎

بھروسہ کچھ نہیں اس نفسِ امّارہ کا اے زاہد
فرشتہ بھی یہ ہو جائے تو اس سے بدگماں رہنا

ایک گویّے کے جذب کا واقعہ

اب جذب کا وہ قصہ سناتا ہوں جس کا آپ سے وعدہ کیا تھا۔ یاد رکھئے! اگر اللہ تعالیٰ مدد نہ کرے تو کسی سے بھی سلوک طے نہیں ہوسکتا، یہ میں آپ کو بتا رہا ہوں۔ ایک گانے والا تھا جس کو گویّا کہتے ہیں، وہ ایک ساز بجاتا تھا جس کو فارسی میں چنگ اور اردو میں سارنگی کہتے ہیں۔ اگر مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ اس واقعہ کو بیان نہ کرتے تو میں بھی مسجد کے اندر منبر سے اسے بیان نہ کرتا لیکن اللہ والے جس چیز کو بیان کر دیں اس میں نور ہوتا ہے چاہے وہ کسی کی کُشتی ہی کا قصہ سنا دیں۔ تو وہ گویّا گانا گاتا تھا اور اس آمدنی سے گذارا کرتا تھا جو کہ جائز نہیں تھی، وہ جانتا تھا کہ میں گناہ کر رہا ہوں لیکن ؎

چھٹتی نہیں ہے منہ سے یہ ظالم لگی ہوئی

پھر جب زیادہ عمر گذرنے کی وجہ سے اس کی آواز خراب ہوگئی تو جتنے گانا سننے والے اس کو حلوہ پوری اور کباب پراٹھا کھلاتے تھے وہ سب کے سب بھاگ نکلے۔ محلہ والے، گاؤں والے اور جہاں بھی وہ سناتا تھا اب اس کو کوئی پوچھتا ہی نہیں تھا، یہاں تک کہ فاقوں کی نوبت آ گئی، جب دنیا کی بے وفائی نے لات ماری اور زمین والوں نے بے وفائی کی تو اس کی آنکھیں کھلی، تب آسمان والا یاد آیا، پھر آسمان والے سے دعا و مناجات اور گریہ وزاری شروع کی۔ عموماً ایسا ہی ہوتا ہے کہ جب تک جان میں جان ہے گناہ کی ہوس ہوتی ہے مگر جب کوئی بیماری لگ جاتی ہے تو پھر کہتے ہیں کہ اے خدا! کینسر کو اچھا کردے، گردے کو اچھا کردے، لیکن عقل مند انسان وہ ہے جو سُکھ میں اللہ تعالیٰ کو یاد کرے تو دُکھ میں اللہ تعالیٰ اس کو یاد فرماتے ہیں۔ یہ حدیث شریف ہے:

((اُذْكُرُوا اللّٰهَ فِي الرَّخَآءِ، يَذْكُرْكُمْ فِي الشِّدَّةِ))

(مصنف ابن ابی شیبۃ، ج ۱۹، ص۲۴۷، رقم الحدیث: ۳۵۹۳۹)

جو سُکھ میں اللہ تعالیٰ کو یاد کرتا ہے، اللہ تعالیٰ دُکھ میں اسے یاد رکھتے ہیں۔

تو جب اس گویّے نے آسمان کی طرف منہ کرکے رونا شروع کیا کہ اے خدا! جب تک میری آواز اچھی تھی تو سارے محلہ کے جوان، بچے، بوڑھے سب میرے پیچھے پیچھے پھرتے تھے اور حلوہ پوری کھلاتے تھے لیکن جب میری آواز خراب ہوگئی تو سب نے مجھے چھوڑ دیا، اب مجھے فاقہ کی نوبت آ گئی، میں بھوک سے مر رہا ہوں، اب میری خراب آواز کا آپ کے سوا کوئی اور خریدار نہیں ہے کیونکہ مجھے آپ نے پیدا کیا ہے، ماں باپ کا بیٹا اگر اندھا، لنگڑا، لولا ہو اور کسی کام کا نہ ہو تو وہ اس کا زیادہ خیال رکھتے ہیں، اس کے لیے کوئی مکان کرائے پر دے کر اس کا کرایہ اس کے لیے وقف کردیتے ہیں کہ میرا یہ بچہ کمانے کے قابل نہیں ہے۔ لنگڑا، لولا، اندھا ہے، یہ اس مکان کا کرایہ کھاتا رہے گا اور طاقت ور

اور ہنر والوں کو باپ چھوڑ دیتا ہے کہ یہ تو اپنا خود کھا کما لیں گے، ایسے ہی اللہ تعالیٰ اپنے بے ہنر اور کمزور بندوں کا بھی خیال رکھتے ہیں۔

تو اس نے کہا کہ اے خدا! جب تک میری آواز اچھی تھی زمین والوں نے میرا ساتھ دیا، خوب حلوہ کھلایا اور جب آواز خراب ہوگئی تو یہ غدار، یہ بے وفا زمین والے ان سب نے میرا ساتھ چھوڑ دیا، اب میری اس خراب آواز کا خریدار، اس آواز کا خالق ہے جو اس آواز کا پیدا کرنے والا ہے، اب آپ کے سوا ہمارا کوئی ٹھکانہ نہیں، گو میں نالائق ہوں مگر آپ نالائقوں کے بھی خدا ہیں، اگر آپ لائق کے خدا ہیں تو نالائقوں کے بھی آپ ہی خدا ہیں، ہم گنہگاروں کا کوئی دوسرا خدا نہیں ہے ؎

نہ پوچھے سوا نیک کاروں کے گر تو
کہاں جائے بندہ گنہگار تیرا

مدینہ شریف کے قبرستان کی ایک ٹوٹی پھوٹی قبر میں لیٹ کر اللہ تعالیٰ سے فریاد کر رہا تھا اور زمانہ امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا تھا۔ یہ مدینہ پاک کی ایک ٹوٹی ہوئی قبر میں لیٹ کر چنگ بجا رہا ہے اور اللہ تعالیٰ کو اپنا بھجن سنا رہا ہے۔ بھجن پر مجھے بھی اپنا ایک شعر یاد آیا۔ بھجن کے معنی ہیں گانا اور سجن کے معنی ہیں معشوق، تو اب میرا شعر سنیے ؎

میں نے جن کو سجن بنایا تھا
جن کو میں نے بھجن سنایا تھا
میر ان کے سفید بالوں نے
عشق کا میرے کفن بنایا تھا

یہ اس فقیر کا شعر ہے۔

دردِ معتبر کی علامت

چلیے! اس قصہ کے درمیان میں دو تین شعر اور سنائے دیتا ہوں۔ ایک شعر تو آج ہی فجر کے بعد ہوا جبکہ باقی دو شعر اسی ہفتے میں ہوئے ہیں۔ ایک زیادہ تازہ ہے، دو ذرا باسی ہیں، پہلے باسی والا سناؤں گا کیونکہ دکاندار باسی مال پہلے نکالتے ہیں ورنہ پھر گاہک باسی مال نہیں خریدتے، تو یہ اسی ہفتے کے شعر ہیں، زیادہ باسی نہیں ہیں۔ پہلا شعر ہے ؎

ہمارے درد کو یارب تو دردِ معتبر کردے
ہماری بے اثر آہوں کو آہِ بااثر کردے

دردِ معتبر کیا ہے کہ بندہ ہمیشہ اللہ کو یاد کرتا رہے، کبھی خدا کو نہ بھولے۔ اور بے اعتبار اور غیر معتبر درد کون سا ہے؟ یعنی کچھ دن تو بہت زیادہ خدا کو یاد کیا پھر سب چھوڑ چھاڑ کر نظارہ بازی اور غیر اللہ میں مشغول ہوگیا، پھر وہی گناہوں والی زندگی شروع کردی، گھڑی میں اولیاء گھڑی میں بھوت، اب دوسرا شعر سنیے ؎

ہماری خشک آنکھوں کو خدایا چشمِ تر کردے
مرے نالوں کو اپنی معرفت سے باخبر کردے

اب آج کا تازہ شعر سنیے، میں نے باسی مال پہلے نکال دیا، اب تازہ گرم گرم جلیبی لیجیے ؎

بجلیوں سے آشیانہ جل گیا
بے نشیمن شاخ پر بیٹھے ہیں ہم

ذرا درد بھرے دل سے سنیے، جس پر گذرتی ہے اس سے پوچھو، مسٹنڈے، عیش کے مارے اس کو کیا جانیں۔ اس شعر کے دو معنی ہیں یعنی کسی سے کوئی گناہ صادر ہوگیا، معصیت ہوگئی تو اس کا جو اللہ کے قرب کا نشیمن تھا وہ نفس وشیطان نے

گناہ کرواکے جلادیا، اب وہ اللہ کے قرب سے دور بیٹھا ہے، تو اس کی کتنی خراب حالت ہوگی جب تک توبہ واستغفار نہ کرلے، توبہ اور استغفار کر کے وہ پھر اللہ کا محبوب ہوجاتا ہے۔ اور اگر دنیاوی لحاظ سے کوئی مصیبت آ گئی ،کوئی دنیاوی پریشانی آ گئی تو گویا اس کا نشیمن جل گیا لیکن تعلق مع اللہ کی برکت سے اس کی کیا حالت ہوتی ہے، اس پر اب دوسرا شعر بھی سن لیجیے ؎

مسکرانا میر ایسے حال میں
کوئی دولت بھی لیے بیٹھے ہیں ہم

دنیاوی مصیبت میں مسکرانا یہ دولت کیا ہے؟ یہ تعلق مع اللہ کی دولت ہے، جو نہ غریبی سے جائے نہ سفر سے جائے ، جہاں رہو وہاں وہ دولت ساتھ ہے، باقی سب چھوٹنے والا ہے ؎

کوئی جیتا کوئی مرتا ہی رہا
عشق اپنا کام کرتا ہی رہا

اشکِ ندامت کی قیمت

اب وہ قصہ سنیے۔ جب مدینہ شریف کے قبرستان میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں وہ چنگ بجانے والا بوڑھا اپنی خراب کوّے جیسی آواز اللہ تعالیٰ کو سنا کر کہہ رہا تھا کہ اے اللہ! میری خراب آواز کے اب آپ ہی خریدار ہیں کیونکہ اب یہ آواز ریجیکٹڈ (Rejected) مال ہوگئی ہے یعنی مخلوق سے نامنظور ہوگئی ہے لیکن آج میں اس آواز کو اپنے خالق سے منظور کرواکر ہی رہوں گا کیونکہ آپ نے ہی تو ہمیں پیدا کیا ہے، اگر آپ بھی چھوڑ دیں گے تو ہم کہاں جائیں گے؟ اگر لنگڑا لولا بچہ ہو تو کیا ابّا اس کو چھوڑ دیتا ہے؟ اگر بیمار ہوجائے، کسی کام کا نہ رہے، لیکن ماں باپ کے دل سے پوچھو کہ ان پر کیا گذرتی ہے، اسی

طرح اللہ تعالیٰ بھی اپنے گنہگار بندوں کو نظر انداز نہیں فرماتے لیکن ندامت ہونی چاہیے۔ اگرچہ میں کبھی کبھار ڈرا دیتا ہوں تاکہ ہم اللہ کی نافرمانی پر ڈٹے نہ رہیں لیکن ان کی رحمت سے کبھی مایوس نہ ہونا، وہ اپنے بندوں کو کبھی نظر انداز نہیں کرتے، کسی گنہگار کی ندامت بھری ایک آہ اسے کہاں سے کہاں پہنچا دیتی ہے، ندامت کا ایک آنسو بندہ کو کہاں سے کہاں لے جاتا ہے کہ بڑے بڑے متقی پیچھے رہ جاتے ہیں لہٰذا یہ بھی بتا رہا ہوں کہ بعض دفعہ گنہگار توبہ کر کے ایسے مقام پر پہنچتا ہے کہ نازِ تقویٰ والے پیچھے رہ جاتے ہیں۔ خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا شعر ہے ؎

نازِ تقوی سے تو اچھا ہے نیازِ رندی

جاہِ زاہد سے تو اچھی مری رُسوائی ہے

خدا نہ کرے کہ تقوی سے تکبر پیدا ہو جائے، لیکن! لیکن ہے اس کے اندر، اس شعر کو گناہ کا سہارا نہ بنایا جائے کیونکہ اللہ کی رحمت و کرم کے ناز پر گناہ کرنے والے کی بے غیرتی اور بے حیائی میں ذرا بھی شک نہیں، ارے ایسے کریم مالک سے تو اور زیادہ حیا آنی چاہیے۔ بتاؤ بھئی! اگر ابّا کریم اور مہربان ہے اور کبھی ڈنڈے نہیں مارتا، ہمیشہ انڈے کھلاتا ہے تو کیا ایسے شریف اور کریم باپ کا حق یہ ہے کہ اس کی نافرمانی کی جائے؟ ایک بزرگ نے ایک مرتبہ یہ آیت تلاوت کی:

﴿يَآيُّهَا الْاِنْسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيْمِ ۝﴾

(سورۃ الانفطار، آیۃ:۶)

تجھ کو تیرے ربِّ کریم سے کس چیز نے غافل کر دیا؟ تو ان بزرگ نے کہا کہ کَرَمُكَ يَا رَبِّيْ آپ ہی کے کرم نے اے میرے رب۔ اگر آپ کریم نہ ہوتے اور عین گناہ کے وقت جوتے سے پٹوا دیتے، تو کسی کو گناہ کرنے کی ہمت نہ پڑتی۔

توبہ کے سہارے گناہ کرنا بیوقوفی ہے

بتاؤ! اگر کسی گنہگار شخص پر اللہ تعالیٰ فرشتے مقرر کردے کہ جہاں وہ گناہ کررہا ہو وہیں لات اور گھونسے مار مار کے بھوسہ بنادو تو پھر کسی کی ہمت پڑتی کہ گناہ کرے؟ تو ان بزرگ نے کہا کَرَمُكَ يَا رَبِّيْ۔ لیکن میں پھر وہی کہوں گا کہ اللہ تعالیٰ کے کرم کو بہانۂ معصیت مت بناؤ، توبہ کے سہارے پر گناہ کرنے والا گدھوں کا امیر اور سردار ہے، ایسا شخص انتہائی بے غیرت ہے۔ دیکھو! اگر کوئی مرہم کی ڈبیہ دے جس سے آگ کا جلا ہوا جلد اچھا ہوجاتا ہو تو کیا اس ڈبیہ کے سہارے پر کوئی آگ میں اپنا ہاتھ ڈالے گا؟ ذرا کوئی اپنی بیوی سے کہہ دے کہ بیگم صاحبہ! میں آج ایک مجرب مرہم لایا ہوں، اگر تم چولہے میں ہاتھ ڈالو تو میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جلدی سے اچھا کردے گا تو بیگم صاحبہ کیا کہے گی؟ اگر ہوشیار ہوگی تو کہے گی، بہت ادب سے کہے گی کہ میاں صاحب! آزمانے کے لیے جناب کا دستِ مبارک ہی کافی ہے۔ تو مبارک ہیں وہ بندے جو توبہ کے مرہم کے ہوتے ہوئے گناہوں کی آگ میں اپنے کو نہیں جلاتے کیونکہ گناہ خدا سے دور کرتا ہے، خدا سے دوری کے عذاب پر راضی ہونے والا شخص اللہ کی مہجوری اور جدائی کا عاشق معلوم ہوتا ہے، خدائے تعالیٰ سے دور رہنے کا عاشق معلوم ہوتا ہے، آپ ہی بتلائیں کہ کہاں قرب کی لذت اور کہاں گناہ سے دوری کا عذاب!

خیر! جب وہ گویّا روتے روتے تھک گیا اور وہ اللہ ہی کو سنا رہا تھا کہ اے اللہ! اس خراب آواز کا تو ہی خالق ہے، تو اللہ تعالیٰ کو اس کی حالت پر رحم آ گیا۔ مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ مثنوی مولانا روم میں فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خواب میں اس گویّے کی شکل دکھائی اور کہا کہ ایک بوڑھا ہے جس کی آواز خراب ہوگئی ہے، وہ رو رہا ہے، اس کو کوئی پوچھتا

نہیں، اس بدحال کو جس کو ساری مخلوق نے چھوڑ دیا ہے، جا کے میرا سلام کہو اور کہو کہ تمہارے خالق نے تمھیں سلام بھیجا ہے اور تمہاری اس بری اور خراب آواز کو خریدنے کے لیے اس نے پیغام بھیجا ہے کہ بالکل اطمینان رکھو، تمہاری پرورش اب ہمارے ذمہ ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ تمام قبروں کو جھانکتے ہوئے جب وہاں پہنچے تو وہ گویّا انہیں دیکھ کر لرزہ براندام ہو گیا، کانپنے لگا کیونکہ وہ دُرّہ کے ساتھ تھے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا دُرّہ مشہور تھا۔ تو جب وہ انہیں دیکھ کر کانپنے لگا تو آپ نے فرمایا کہ دیکھو گھبراؤ نہیں، میں تم کو دُرّہ مارنے نہیں آیا ہوں، اللہ تعالیٰ کی رحمت کا پیغام دینے آیا ہوں، جس کو اللہ سلام پہنچائے بھلا عمر اس کی پٹائی کر سکتا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے تمہیں سلام بھیجا ہے اور یہ فرمایا ہے کہ بیت المال سے تمہارا وظیفہ مقرر کیا جائے لہٰذا اب تمہیں ہر مہینہ شاہی خزانے سے، بیت المال سے وظیفہ ملے گا، اب تمہیں کوئی ضرورت نہیں ہے کہ لوگوں کو چنگ سناؤ، تم کو اللہ تعالیٰ نے مخلوق سے بے نیاز کر دیا اور اپنا محتاج کر لیا۔ جیسے ہی اس نے یہ بات سنی، پتھر اٹھایا اور چنگ کو توڑ دیا اور کہا کہ آج سے میں خدائے تعالیٰ کو ناراض نہیں کروں گا اور اب میں گناہ کے اس آلہ کو بھی چُور چُور کر رہا ہوں۔ اے عمر رضی اللہ عنہ! میں اب سو فیصد اللہ تعالیٰ کا بن کر رہوں گا کیونکہ میں مخلوق کو آزما چکا ہوں۔

گناہوں کے مریض کو شفا کب نصیب ہوتی ہے؟

جو بارہا گناہوں کو آزما چکا ہو جب وہ ظالم گناہ کرتا ہے تو بے حد صدمہ پہنچتا ہے، گناہوں کی لعنت اور ذلت کے سبب بہت سے لوگ بارہا جوتے تک کھا چکے ہیں، تھپڑ اور گالیاں تک کھا چکے ہیں مگر جب ان پر گناہ کا غلبہ ہوتا ہے تو ماضی کو بھول جاتے ہیں کہ آہ! مجھے کیا کیا ذلتیں ملی ہیں، ایسے شخص پر کتنا رحم آنا

چاہیے مگر جب انسان کو خود اپنے اوپر ہی رحم نہ آئے اور سارا عالم اس پر رحم کرے تو کیا ہوسکتا ہے، خدا کو بھی تو جب ہی رحم آئے گا جب ہم خود اپنے اوپر رحم کریں، کتنے لوگ ایسے ہیں جن کے لئے ان کے شیخ و مربّی کا دردِ دل سے کلیجہ پھٹا جارہا ہے کہ پتہ نہیں یہ شخص کب ولی اللہ بنے گا؟ میں ایسے وقت میں ایک شعر پڑھتا ہوں، یہ کس کا شعر ہے؟ یہ بہت بڑے اللہ والے حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کا شعر ہے۔

روتی ہے خلق میری خرابی کو دیکھ کر
روتا ہوں میں کہ ہائے میری چشم تر نہیں

لیکن وہی بات ہے کہ جب خود اپنے حال پر کسی کو رحم نہ آئے تو پیر کیا کرسکتا ہے؟ پیر کچھ نہیں کرسکتا۔ جب مریض بد پرہیزی پر تُلا ہوا ہو تو ڈاکٹر اور حکیم کیا کرسکتے ہیں۔ ڈاکٹر کے مشورے کو ماننے سے ہی تو مریض کو شفا ہوگی اور اللہ کا کرم بھی ہونا چاہیے لیکن جو مریض بد پرہیزی کا عادی ہے تو بے چارہ ڈاکٹر کیا کرلے گا؟

ذکر، شیخ کے مشورہ سے کرنا چاہیے

ڈاکٹر پر ایک واقعہ یاد آیا۔ بمبئی میں ایک ڈاکٹر صاحب تھے، انہوں نے ذکر زیادہ کرلیا، وظیفے بہت پڑھ لئے جس کی وجہ سے ان کے دماغ میں خشکی بڑھ گئی، اب ہر وقت میاں بیوی اور بچوں میں لڑائی ہورہی تھی۔ جب میں بمبئی پہنچا تو ان کے بچوں اور دوستوں سے معلوم ہوا کہ یہ دوستوں سے بھی لڑرہے ہیں اور بیوی بچوں سے بھی لڑائی ہورہی ہے، گھر میں ایک عذاب ہے۔ میں نے ان سے پوچھا تو معلوم ہوا کہ ذکر بہت زیادہ کررہے ہیں اور تہجد میں بھی بہت روتے ہیں۔ میرے پیر بھائی تھے اس لئے میں نے اپنے شیخ حضرت مولانا شاہ

ابرارالحق صاحب دامت برکاتہم سے عرض کیا کہ کچھ دن کے لیے میرے اس پیر بھائی کواس فقیر کے حوالہ کردیجیے کیونکہ ان کواب طبیب کی ضرورت ہے، میں طبی لحاظ سے ان کا علاج کروں گا۔ تو حضرت نے فوراًان کو بلاکر کہا کہ جواختر کہے ویسا ہی کرو۔ میں نے ان سے کہا کہ سارے ذکر فوراً ملتوی کردو، ترک نہ کرو، فی الحال ملتوی کردو۔ کہنے لگے مریضوں کو جو دوا دیتا ہوں تو میں نے کہا ابھی مریضوں کو دوا بھی نہ دینا کیونکہ اس وقت آپ ڈاکٹر تو ہیں مگر آپ کی ڈاک اور ٹر میں تھوڑا سا فاصلہ ہوگیا ہے، جب وہ فاصلہ دور ہوجائے تب آپ دوبارہ علاج شروع کردیجیے گا۔ میں نے ان کو سر میں لگانے کے لیے کدّو کا تیل اور دماغ کی خشکی دور کرنے کے لیے بکری کا دودھ، کچھ خمیرہ، کچھ اچھی اچھی دوائیں اور سیب کا جوس بتایا۔ غرض وہ ایک ہفتے میں معتدل ہو گئے، پھر اتنا خوش ہوئے کہ میرے ساتھ ہردوئی تک آئے اور کہا کہ میں تمہارے ساتھ زیادہ رہوں گا تاکہ بالکل معتدل ہوجاؤں، ان کے بیوی بچے بھی مجھے دعائیں دینے لگے۔

اس لیے کہتا ہوں کہ ایک دینی مشیر کی ضرورت ہوتی ہے، اگر کسی کو پیر نہیں بناتے ہوتو ہم بھی پیر بنانے کو نہیں کہتے مگر کم ازکم کسی اللہ والے کو مشیر تو بنالو کیونکہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ پھر آ گیا وہی پیری مریدی کا چکر۔ تو جو لوگ پیری مریدی کو چکر سمجھتے ہیں میں خود ان کے چکر میں نہیں آتا۔ یہ تو عجیب جملہ نکل گیا مجھے خود ہنسی آرہی ہے کہ جو لوگ پیری مریدی کو چکر سمجھتے ہیں، میں خود بھی ان کے چکر میں نہیں آتا مگر اتنی دور سے آتے ہیں آخر انسان ہیں، سینہ میں دل ہے اور دل میں کیسے نہ درد ہو، اس لئے خیر خواہی کے طور پر اتنا ضرور کہوں گا کہ کم ازکم کسی اللہ والے کو مشیر بنالو، آخر ان سے مشورہ کرنے میں کیا حرج ہے؟ ان سے اپنے وظیفوں کی تعداد بیان کرکے مشورہ لے لو تاکہ ایسا نہ ہو کہ کچھ دن کے بعد معلوم ہوا کہ جلالی بابا ہوگئے، ملنگ بابا ہوگئے، اب شلوار کہیں ہے اور خود کہیں بھاگے

جا رہے ہیں، کوئی کہتا ہے کہ مجذوب ہو گیا، کوئی کہتا ہے پاگل ہو گیا، اب کون ٹیسٹر لگائے کہ پاگل ہے یا مجذوب ہے اور اللہ تعالیٰ کو بھی یہ بات پسند نہیں کہ کوئی اتنا زیادہ ذکر کر لے کہ غیر معتدل ہو جائے جیسے کوئی باپ اپنے بچہ سے اتنی خدمت نہیں لے سکتا کہ وہ نارمل نہ رہے، معتدل نہ رہے، بیمار ہو جائے ایسے ہی اللہ تعالیٰ ہم سے اتنا ہی وظیفہ کروانا چاہتے ہیں جس سے ہم معتدل رہیں، بیمار نہ پڑ جائیں۔

خدا حافظ کہنے کی رسم سے سنت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم چھوٹ جاتی ہے

اچھا بھئی! اب وقت ختم ہو گیا، اب دو تین باتیں اور کہنی ہیں، جلدی سے عرض کرتا ہوں کہ آج کل خدا حافظ کہنے کا جو رواج پڑ گیا ہے جس کی وجہ سے السلام علیکم کی سنت ختم ہو رہی ہے۔ خدا حافظ خدا حافظ ۔ کیوں صاحب! کیا رخصت ہوتے وقت السلام علیکم کہنا حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سنت نہیں ہے؟ یا ایک دعا اور سنت سے ثابت ہے، وہ پڑھ لیں:

((اَسْتَوْدِعُ اللهَ دِيْنَكُمْ وَ أَمَانَتَكُمْ وَ خَوَاتِيْمَ أَعْمَالِكُمْ))

(سنن ابی داؤد (اسلامی کتب خانہ) باب الدعاء عند الوداع ، ج ۱ ص ۳۷۴)

رخصت ہونے والے کے لیے یہ دعا مسنون ہے۔ میری ایک کتاب ہے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی پیاری سنتیں، اس سے مسنون دعائیں یاد کر لیں، اور اگر اتنی لمبی دعا یاد نہ ہو تو السلام علیکم ہی کہہ دیں مگر خدا حافظ نہ کہیں، اوّل تو خدا فارسی کا لفظ ہے اور غیر عربی دین ہو ہی نہیں سکتا۔ اس لیے عرض کرتا ہوں کہ اس رسم کو ختم کریں۔

موت کی سختی سے حفاظت کی دعا

میری کتاب ''پیارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی پیاری سنتیں'' کے اندر دو خاص

دعائیں اور بھی ہیں، جب موت کے آثار محسوس ہوں، کیوں بھئی! کسی دن تو موت آنی ہے، تو موت کی سختیوں سے بچنے کی یہ دعا ضرور پڑھیں:

((اَللّٰھُمَّ أَعِنِّیْ عَلٰی غَمَرَاتِ الْمَوْتِ وَسَکَرَاتِ الْمَوْتِ))

(جامع الترمذی (ایچ ایم سعید)؛ باب ما جاء فی التشدید عند الموت؛ ج ۱ ص ۱۹۲)

یا اللہ! موت کی سختیوں پر میری مدد فرما۔ اور دوسری دعا ہے کہ جب روح نکلنے لگے تو اندازہ ہوجاتا ہے کہ اب روح نکل رہی ہے، اس وقت ایک دعا اور پڑھیں:

((اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِیْ وَارْحَمْنِیْ وَاَلْحِقْنِیْ بِالرَّفِیْقِ الْأَعْلٰی))

(صحیح البخاری (قدیمی): ج ۲ ص ۹۴۹، باب دعاء النبی صلی اللہ علیہ وسلم اللھم الرفیق الاعلیٰ)

اے اللہ مجھے بخش دیجیے اور مجھ پر رحم کردیجیے اور جو میرے ساتھی اوپر گئے ہوئے ہیں ان سے بھی مجھ کو ملا دیجیے۔

مردوں کے لیے سونے اور چاندی کی انگوٹھی پہننے کا حکم

اب ایک بات اور سنیے! سونے کی انگوٹھی پہننا مَردوں کے لیے حرام ہے، چاندی کی انگوٹھی جائز ہے مگر شرط یہ ہے کہ ساڑھے چار ماشہ سے کم ہو اور عورتوں کے لیے زیور تو چاہے کسی دھات کا ہو لیکن انگوٹھی صرف سونے یا چاندی ہی کی جائز ہے، ان کے علاوہ کسی بھی دھات کی انگوٹھی پہننا عورتوں کے لیے بھی جائز نہیں البتہ انگوٹھی کے علاوہ عورتوں کے لیے باقی زیور مثلاً ہار بندے وغیرہ چاہے کسی بھی دھات کے ہوں سب پہننا جائز ہے۔

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے مواعظ ثلاثہ کا مطالعہ کرنے کی ترغیب

اور تیسری اور آخری بات کہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے ڈیڑھ ہزار مواعظ ہیں جس میں سے اگر کوئی یہ تین وعظ پڑھ لے تو ان شاء اللہ محروم نہیں

رہے گا (۱) راحت القلوب (۲) ملتِ ابراہیم (۳) طریقِ قلندر۔ یہ تین کتابیں ایک ساتھ مواعظِ ثلاثہ کے نام سے چھاپ دی گئی ہیں، آپ لوگ اس کا مطالعہ ضرور کریں۔ یہ بات مجھے ڈاکٹر عبدالحئی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمائی تھی کہ اگر کوئی حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کے یہ تین مواعظ ہی پڑھ لے چاہے ڈیڑھ ہزار وعظ نہ پڑھے تو ان شاء اللہ ان تین مواعظ ہی سے کام بن جائے گا، ان تین مواعظ ہی سے وہ صاحبِ نسبت ہوجائے گا۔ تو آپ مواعظِ ثلاثہ اور پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیاری سنتیں لے کر ان کو ضرور پڑھیں اور ان پر عمل کریں۔

ان شاء اللہ بدھ کو میرا سفرِ ہند کا ارادہ ہے، آپ لوگ میرے لیے دعا کیجیے گا کہ خیریت سے جاؤں اور خیریت سے آؤں اور یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ ''خیر نال جا، خیر نال آ'' یعنی خیریت سے جاؤں خیریت سے آؤں۔ اللہ تعالیٰ وہاں ہم سے دین کا کام لے لے، صحت کے ساتھ اور خوب راحت اور عافیت سے سفر ہو، اللہ تعالیٰ اخلاص کے ساتھ دین کا خوب کام لیں اور قبول بھی فرمائیں اور ہمارے بزرگوں کا فیض ہم کو عطا فرمائیں۔

اب دعا کرلیں کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو صاحبِ نسبت کردے۔ اولیائے صدیقین کی آخری منزل تک پہنچادے۔ اللہ! ہمیں دنیا بھی دے آخرت بھی دے، ہماری دنیا کی بگڑی بھی بنادے، آخرت کی بگڑی بھی بنادے اور تقوی والی اور اپنے دوستوں والی زندگی عطا فرمادے۔ ہماری خواتین ماں بہنیں جو آئی ہیں اے اللہ ان کو اللہ والی حیات دے دے اور ہم سب کو اللہ والی حیات نصیب فرمادے۔ نفس اور شیطان کی غلامی سے نکال کر اے خدا! اپنے مقبول اور محبوب بندوں کی زندگی عطا فرما، اپنے دشمنوں اور غافلوں کی اور سرکشوں کی حیات سے ہم سب کو پاک فرمادے۔ اے اللہ! اپنی رحمت سے ہم

کواس وقت تک موت نہ دے جب تک ہم خوب توبہ نہ کرلیں۔ اے اللہ! اپنی رحمت سے ہماری دنیا اور آخرت دونوں بنا دیجیے، اختر سے دین کے اتنے بڑے بڑے کام لے لیجیے کہ قیامت تک ان کے نشانات نہ مٹ سکیں، اے اللہ! اختر کو، اس کی اولاد کو، آپ سب کو، آپ کی اولاد کو سب کو صاحبِ نسبت کردے، اس خانقاہ کو شرفِ قبولیت عطا فرما۔ اس خانقاہ کو بین الاقوامی فیض کا مرکز بنادے، جو بھی یہاں آئے محروم نہ جائے۔ اے خدا! دست بکشا جانبِ زنبیل ما، ہم سب فقیروں کی طرف اپنے دستِ کرم کو بڑھایئے، ہماری جھولیوں میں اپنی محبت کے موتی، تقوی کے موتی، تعلق مع اللہ کی دولت کے موتی عطا فرما دیجیے اور ہم سب کی اصلاح فرما دیجیے اور ہم اتنی تھوڑی سی دیر میں جو نہیں مانگ سکے تو ہماری جتنی بھی جائز حاجتیں ہیں آپ سب کی تکمیل فرما دیجیے اور جتنی مصیبتیں ہیں یا معصیتوں کی عادتیں ہیں یا جتنی پریشانیاں ہیں سارے دُکھ اور غموں کو خوشیوں سے تبدیل فرما دیجیے، جتنی حاجتیں ہیں سب پوری فرما دیجیے، ہمارے دوستوں کو بھی اور جو خواتین آئی ہیں ان کو بھی یا اللہ! کسی کو غم زدہ نہ رکھیے، ہمارے غموں کو خوشیوں سے بدل دیجیے اور خاتمہ ایمان پر فرما کر میدانِ محشر میں بے حساب مغفرت فرما کر جنت میں ہم سب کو اسی طرح اکٹھا فرما جس طرح ہم آپ کے نام پر یہاں جمع ہیں اور خواتین گھر میں جمع ہیں۔ اے اللہ! اپنی رحمت سے جنتی بنادے اور جو لوگ یہاں موجود نہیں ہیں ان پر بھی بلکہ اے اللہ! سارے عالم کے مسلمانوں پر رحمتیں نازل فرمادے۔ اہلِ کفر کو اہلِ ایمان بنادے، اگر ایمان مقدر نہیں تو اے اللہ! ان کو مغلوب کردے، ان کو مسلمانوں کے مقابلہ میں ذلیل و خوار کردے۔ یااللہ! جو اہلِ ایمان ہیں ان کو اہلِ تقوی بنادے، اہلِ مرض کو اہلِ شفا کردے، اہلِ بلا کو اہلِ عافیت کردے۔ اے اللہ! چیونٹیوں پر

ان کے بلوں میں، مچھلیوں پر دریاؤں میں رحمت نازل فرمایئے اور تمام مخلوق پر اپنی بے شمار رحمت کی بارش فرما دیجیے اور ہمیں عافیت دارین نصیب فرما دیجیے، آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَآ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ،

وَصَلَّى اللّٰہُ تَعَالٰى عَلٰى خَیْرِ خَلْقِہٖ مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ

بِرَحْمَتِكَ یَآ اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ

فہرست مواعظِ اختر

شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجددِ زمانہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

۱) شادی بیاہ کی رسومات کی اصلاح
۲) دینی خدام کے غموں کی تسلی
۳) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عظیم القدر دعا
۴) تمنائے بستی صالحین اور دینی شان وشوکت
۵) مجاہدہ اور تسہیل الطریق
۶) گنہگاروں کے لیے مژدۂ جاں فزاء
۷) اولیاء اللہ کی حسین زندگی
۸) ترکِ گناہ کے لذیذ طریقے
۹) اللہ والوں کے قلوب کی خوشیوں کا راز
۱۰) وطنِ آخرت کی تیاری
۱۱) ایمان پر خاتمہ کے سات انمول نسخے
۱۲) امراضِ روحانی کے معالجات
۱۳) راہِ سنت اور قلبِ سلیم
۱۴) مشیتِ الٰہی اور تزکیۂ نفس کا ربط
۱۵) کیفِ آہ وفغاں
۱۶) گمراہی کے اندھیرے اور سنت کا نور
۱۷) لذتِ دردِ محبت
۱۸) لذتِ بندگی کا حصول
۱۹) تاثیرِ صحبتِ اہل اللہ
۲۰) مردانِ راہِ خدا
۲۱) نزولِ تجلیات
۲۲) اہل اللہ سے تعلق کی قدر و قیمت
۲۳) اللہ تعالیٰ کے نام کی مٹھاس
۲۴) نالہائے درد
۲۵) اہلِ وفا کون ہیں؟
۲۶) اللہ تعالیٰ کے انعام یافتہ بندے
۲۷) سکونِ قلب کا واحد طریقہ
۲۸) دنیا سے بے رغبتی
۲۹) عشقِ مجازی کا اضطراب اور اس کا علاج
۳۰) نشۂ معصیت کا فریب
۳۱) عاشقانِ حق کا لذیذ غم
۳۲) سامانِ مغفرت
۳۳) صراطِ مستقیم پر استقامت کے انعامات
۳۴) حصولِ ولایت کے اسباب
۳۵) درسِ محبتِ الٰہیہ
۳۶) پردہ.....عورت کی عزت کا ضامن
۳۷) گلدستۂ ارشادات
۳۸) فیضانِ صحبتِ اہل اللہ
۳۹) قلبِ شکستہ کی تعمیر
۴۰) انجامِ عشقِ مجازی
۴۱) غمِ راہِ مولیٰ کی عظمت
۴۲) اللہ تعالیٰ کی شانِ جذب
۴۳) صاحبِ نسبت علماء کی خوشبو
۴۴) اہلِ علم اور تزکیۂ نفس کی اہمیت
۴۵) مقامِ دردِ دل
۴۶) راہِ خدا میں ادب کی اہمیت
۴۷) غار میں یادِ یار تعالیٰ شانہٗ
۴۸) عباداتِ شبِ براءت
۴۹) دھوکے کا گھر
۵۰) تلاشِ دیوانۂ حق
۵۱) طوفانِ گمراہی سے بچنے کا راستہ
۵۲) حق تعالیٰ کے محبوب بندے
۵۳) قلب کیسے روشن ہوگا؟
۵۴) اللہ تعالیٰ کا خط بندوں کے نام
۵۵) روزہ اور ترکِ معصیت
۵۶) شعاعِ آفتابِ رحمت
۵۷) غفلتِ دل کیسے دور ہو؟
۵۸) اولاد کو دین نہ سکھانے کا وبال
۵۹) عزتِ تقویٰ اور رسوائی گناہ
۶۰) رنگ ونسل کی تحقیر کی حرمت
۶۱) حصولِ ولایت کا راستہ
۶۲) مولائے کریم کا عفو وکرم
۶۳) مایوس نہ ہوں اہل زمیں اپنی خطا سے
۶۴) کیفِ عشقِ الٰہی
۶۵) اہل اللہ سے بدگمانی کا وبال
۶۶) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلاموں کی شان
۶۷) پاکیزہ حیات کا نسخۂ کیمیا
۶۸) نادم گنہگار کی محبوبیت
۶۹) تصوف وسلوک میں راہِ اعتدال
۷۰) گناہ کی دو علامات بزبانِ نبوت صلی اللہ علیہ وسلم
۷۱) محبتِ الٰہیہ کا موتی کون پاتا ہے؟
۷۲) گناہوں سے بچنے کا حوصلہ کیسے پیدا ہوتا ہے؟
۷۳) نفس کو مغلوب کرنے کا طریقہ
۷۴) رحمتِ رب العالمین
۷۵) ریا کی حقیقت اور اس کا علاج
۷۶) علمِ دین کی برکات
۷۷) راہِ سلوک میں ادب کا مقام
۷۸) حصولِ تقویٰ کے اصول
۷۹) دین میں حُسنِ اخلاق کی اہمیت
۸۰) عظیم الشان منزل کا عظیم الشان رہبر

ادارۂ تالیفاتِ اختریہ